وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَٰلَمِينَ

سہ ماہی برقی مجلہ

جلد:۱ شمارہ:۱

فروری، مارچ، اپریل

۲۰۲۶ء

ندائے کوہسار

رمضان کی محبت، اس سے شوق ووارفتگی، اور ان سے وابستہ وہ تمام کیفیات جو دلوں کی غذا، روحوں کی راحت، آنکھوں کی ٹھنڈک اور نفسوں کی مسرت ہیں، روح اور دل کے لئے یہی چیزیں ب سے اعلی، سب سے نفیس اور سب سے زیادہ نفع بخش غذا ہیں، بسا اوقات یہ روحانی غذا اتنی قوت پالیتی ہے کہ ایک مدت تک جسمانی غذا سے بے نیاز کر دیتی ہے، (زاد المعاد ۲/۳۸)

زیر نگرانی: ابن القیم ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ

سہ ماہی برقی مجلہ

جلد نمبر:۱ شمارہ:۱
فروری، مارچ، اپریل ۲۰۲۶ء

ندائے کوہ سار

ابن القیم ایجوکیشنل
اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ
جھارکھنڈ انڈیا

IBN-AL-QAYYIM EDUCATIONAL
AND WELFARE TRUST
JHARKHAND INDIA
nidaekohsaar@gmail.com

کمپوزنگ: مقیم عالم نسیم اختر الریاضی

رابطہ نمبر

+917488704349, 9973816437,9693037322

nidaekohsar@gmail.com

: محمد مبارک انصاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درسِ صُفَّہ

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:«إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ، وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ» (صحيح البخارى: 1899، صحيح مسلم: 1079)

اور ایک روایت میں ہے:«إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ، وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ» (سنن الترمذی: 682، ابن ماجہ: 1642 — صححہ الألبانی)

اور شبِ قدر کے بارے میں فرمایا: ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ (سورة القدر: 3)

فوائد و مسائل:

(1) ماہِ رمضان کی آمد پر بشارت دینا مسنون ہے؛ نبی ﷺ اپنے صحابہ کو رمضان کی خوش خبری دیا کرتے تھے۔(مسند احمد:7148—حسن)

(2) ماہِ رمضان ایک عظیم اور بابرکت مہینہ ہے، کیونکہ اسی میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔(صحیح البخاری:1899)

(3) ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے۔﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (سورة البقرہ: 185)

(4) جنت برحق ہے، اس کا وجود حقیقی ہے، محض تمثیل نہیں۔(صحیح مسلم:2826)

(5) جنت کے دروازے ہیں، جو رمضان میں کھول دیے جاتے ہیں، اور اس میں داخل ہونا آسان کر دیا جاتا ہے۔(صحیح البخاری:1899)

(6) جہنم برحق ہے، اور اس کے بھی دروازے ہیں۔(سورۃ الحجر:44)

(7) ماہِ رمضان میں جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، جو اس مہینے کی رحمتِ خاصہ کی دلیل ہے۔(صحیح مسلم:1079)

(8) رمضان میں سرکش قسم کے جن و شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے، جس سے بندوں کے لیے اطاعت کا راستہ آسان ہو جاتا ہے۔(سنن الترمذی:682)

(9) جن و شیاطین کا وجود برحق ہے، اور وہ مکلف مخلوق ہیں۔(سورۃ الجن:1)

(10)رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ کچھ بندوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔(سنن ابن ماجہ:1642—حسن)

(11)شبِ قدر کی عبادت ہزار مہینوں (تقریباً تراسی سال چار ماہ) کی عبادت سے افضل ہے، لہٰذا اس کی تلاش اور اس میں قیام کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔ (سورۃ القدر:3، صحیح البخاری:2014)

(12)رمضان کے دن کی طرح اس کی رات بھی عظمت و فضیلت رکھتی ہے؛ قیامِ رمضان مغفرت کا ذریعہ ہے۔

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» (صحيح البخاری: 2009، صحيح مسلم: 760)

(13)یقیناً وہ شخص بڑا محروم ہے جو رمضان اور شبِ قدر پا کر بھی اپنی مغفرت نہ کرا سکے۔(صحیح ابن حبان:907—صححہ الألبانی)

(14)رمضان ہمیں توبہ، اصلاحِ نفس اور رجوع الی اللہ کا سنہری موقع فراہم کرتا ہے؛ ہمارا رب نہایت مہربان ہے کہ وہ بار بار یہ مبارک مہینہ عطا فرماتا ہے تاکہ ہم گناہوں سے لوٹ آئیں اور جنت کی راہ اختیار کریں۔(الزمر:53—اشاریہ)

یہی رمضان کا پیغام ہے:

رحمت کے دروازے کھلے ہیں، مغفرت کی ہوائیں چل رہی ہیں، اور نجات کی صدائیں دی جا رہی ہیں:"يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ"

اللہ تعالیٰ ہمیں اس مبارک مہینے کی قدر کرنے، اس کے دن و رات سے بھرپور فائدہ اٹھانے، اور اپنی مغفرت کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین۔

اس آرزو کے باغ میں آیا نہ کوئی پھول

اب کے بھی دن بہار کے یونہی گزر گئے

شاعر: نامعلوم

مدیر

ندائے کوہِ سار

اداریہ

الحمد الذی بلغنا رمضان، والصلاۃ والسلام علی سید الانام۔

پہاڑوں سے اُبھرتی صدا جب وادیوں میں گونجتی ہے تو وہ محض آواز نہیں رہتی، ایک پیغام بن جاتی ہے۔ "ندائے کوہسار" بھی اسی نسبت سے ایک آواز ہے—ایسی آواز جو قلوب کو بیدار کرنے، اذہان کو منور کرنے اور ایمان کو تازگی بخشنے کے لیے بلند کی گئی ہے۔ اور اب جب کہ موسمِ بہارِ عبادت، ماہِ رمضان المبارک، اپنی نورانی ساعتوں کے ساتھ ہمارے درمیان جلوہ افروز ہے، تو اس خصوصی شمارے کا اجراء ہمارے لیے محض ادبی سرگرمی نہیں بلکہ ایک دینی ذمہ داری ہے۔

رمضان صرف تقویم کا ایک مہینہ نہیں؛ یہ دلوں کی تطہیر، ارادوں کی تجدید اور اعمال کی اصلاح کا نام ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا، جس میں آسمان کے دروازے رحمت کے لیے کھول دیے جاتے ہیں، اور جس میں بندۂ مومن کو اپنے رب سے قریب ہونے کا نادر موقع عطا ہوتا ہے۔ اس ماہِ مبارک کی ساعتیں ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ زندگی کا اصل سرمایہ وقت ہے، اور وقت کا سب سے قیمتی مصرف اطاعتِ الٰہی ہے۔

زیرِ نظر خصوصی شمارہ اسی احساس کی ترجمانی ہے۔ اس میں شامل مضامین، مقالات، تذکیرات اور فکری تحریریں رمضان کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں—عبادت کی روح، روزے کی حکمت، قرآن سے تعلق، شبِ قدر کی عظمت، سماجی ذمہ داریاں اور باہمی ہمدردی کا پیغام۔ ہماری کوشش رہی ہے کہ تحریریں محض معلومات کا انبار نہ ہوں بلکہ دل کی زمین پر اثر کرنے والی نصیحت بنیں، اور قاری کے اندر ایک خاموش انقلاب برپا کریں۔

آج کا دور مصروفیت، انتشار اور سطحیت کا دور ہے۔ عبادت بھی کبھی کبھی رسم بن جاتی ہے اور تلاوت بھی عادت۔ ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ رمضان ہمیں دوبارہ اصل مقصد سے جوڑ دے۔ یہ شمارہ اسی سمت ایک ادنیٰ کوشش ہے—کہ ہم رمضان کو صرف گزاریں نہیں بلکہ اسے جئیں، اس کی روح کو محسوس کریں، اور اس کی روشنی کو اپنے سال بھر کے معمولات میں منتقل کریں۔

ہم اس موقع پر اپنے معزز قلم کاروں، معاونین اور قارئین کا شکریہ ادا کرتے ہیں جن کی فکری و اخلاقی تائید نے اس شمارے کو ممکن بنایا۔ برقی دنیا کے اس دور میں جب الفاظ لمحوں میں پھیل جاتے ہیں، ہماری ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے کہ ہم خیر، علم اور اعتدال کی بات کو عام کریں۔

دعاہے کہ اللہ تعالیٰ اس خصوصی رمضان نمبر کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، اسے قارئین کے لیے نافع بنائے، اور ہمیں اس ماہِ مبارک کی حقیقی برکات سمیٹنے کی توفیق دے۔۔ آیئے! رمضان ہمیں بدلنے آیا ہے، ہم بدلنے کا عزم لے کر اس کا استقبال کریں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسی جلیل القدر ہستی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ احادیث کی نشر واشاعت میں مشغولیت اور انہماک کے باوجود رمضان المبارک میں کئی مرتبہ ختمِ قرآن کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ سحری کے وقت تقریباً تہائی قرآن کے بقدر تلاوت کرتے، اور ہر تین دنوں میں بوقتِ سحری ایک مرتبہ ختمِ قرآن کرتے۔ اسی طرح ہر روز دن کو بھی ختمِ قرآن کرتے تھے، اور قرآن کی تکمیل بوقتِ افطار کرتے تھے؛ کیونکہ ایک تو افطاری کا وقت قبولیتِ دعا کا وقت ہے، اور دوسرا ختمِ قرآن کے موقع پر بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ اس طرح دونوں کو جمع کرتے تھے، جیساکہ خطیب بغدادیؒ امام بخاریؒ کے حالات میں لکھتے ہیں:

’ ’وکان یقرأ في السحر ما بین النصف إلی الثلث من القرآن، فیختم عند السحر في کل ثلاث لیال، وکان یختم بالنہار کل یوم ختمۃ، وتکون ختمتہ عند الإفطار کل لیلۃ ویقول: عند کل ختم دعوۃ مستجابۃ۔‘‘ (۔ تاریخ بغداد للخطیب، (۳۳۱/۲)، الناشر: دار الغرب الإسلامي- بیروت، ط:۱۴۲۲ھ- ۲۰۰۲م)

ترجمہ: ’’امام بخاریؒ سحری کے وقت آدھے یا تہائی کے بقدر قرآن کی تلاوت کرتے، اور ہر تین راتوں میں بوقتِ سحر قرآن پاک ختم کرتے تھے، اور ہر دن کو بھی ختمِ قرآن کرتے تھے، اور یہ ختم افطار کے وقت ہوتا تھا، اور وہ فرماتے تھے کہ ہر ختم کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔‘ ‘

حافظ محمد فاروق سلفی

رمضان المبارک: تعارف وفضائل

الحمد لله، والصلاة والسلام علی رسول الله، وبعد۔

تمام تعریفیں اس وحدہ لاشریک ذات کے لیے جس نے ہمیں اسلام وایمان جیسی دولت سے نوازا، سید الشھور جیسا بابرکت مہینہ عطا کیا، بعدہ درود وسلام ہو اس عظیم ہستی پر جس کو رب العالمین نے ہماری طرف رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا، جن کے ذریعے ہمیں رب کی معرفت نصیب ہوئی۔

قارئین کرام!

رمضان المبارک صرف ایک مہینہ نہیں بلکہ روحانی اصلاح کا موسم ہے۔ یہ موسم ہمیں دل کی صفائی، گناہوں سے معافی اور قربِ الٰہی کا بہترین موقع فراہم کرتا ہے۔ یہ وہی مہینہ ہے جس میں کلامِ الٰہی کا نزول ہوا، جس میں جہنم کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔

یہ مہینہ ہمیں بھوک، پیاس اور بعض حلال چیزوں سے روک کر صبر، تقویٰ اور احساسِ ذمہ داری سکھاتا ہے۔ نیز یہ مہینہ ہمیں اس بات کا بھی درس دیتا ہے کہ اگر ہم ایک مہینہ اپنے نفس پر قابو پاسکتے ہیں، قرآن حکیم کی تلاوت کے لیے وقت نکال سکتے ہیں، صوم وصلاۃ کی پابندی کر سکتے ہیں، تو پھر پورے سال کیوں نہیں کر سکتے؟

الغرض یہ کہ رمضان المبارک دینی وعملی تربیت کا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک کا معنی ومفہوم

رمضان کا لغوی معنی:

لغوی اعتبار سے رمضان "رَمَضَ" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی سخت گرمی کے ہیں۔ رمضان کو یہ نام اس مناسبت سے دیا گیا کہ اس میں روزہ دار بھوک اور پیاس کی شدت محسوس کرتا ہے۔ ابن منظور، لسان العرب 7/162

اصطلاحی معنی:

اصطلاحی اعتبار سے رمضان اسلامی سال کا نواں قمری مہینہ ہے اور اس پورے مہینے کے روزے رکھنا ہر مکلف مسلمان پر فرض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ سورہ البقرہ: 183

رمضان المبارک کے دیگر اسماء:

رمضان کو دورِ جاہلیت میں "ناتق" بھی کہا جاتا تھا، اور بعض اہلِ علم نے دیگر نام بھی ذکر کیے ہیں۔ بعض روایات میں رمضان کو :سید الشھور (سنن نسائی: 2408—ضعیف)

الشھر المبارک (سنن نسائی:2106)

شھر الصوم (سنن ابن ماجہ:1683)

ایک ضعیف روایت میں: شھر عظیم شھر المواساۃ (سنن ابن ماجہ:1887—ضعیف)

۔حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم نے رمضان کے متعدد نام ذکر کیے ہیں۔ فتح الباری 7/ 133 ۔البتہ عام طور پر اسے ماہِ صیام کہا جاتا ہے۔

وجہ تسمیہ:

اس مہینے کو رمضان کہنے کی وجہ کے بارے میں اہلِ علم کے مختلف اقوال ہیں۔ فتح الباری 4/ 146

بعض اقوال یہ ہیں:

شدید گرمی کی مناسبت سے اس کا نام رمضان رکھا گیا اس میں گناہ جل جاتے ہیں یہ دلوں کو نرم اور بیدار کرتا ہے، لسان العرب، تفسیر طبری

رمضان کو اضافت کے ساتھ اور بغیر اضافت دونوں طرح کہنا جائز ہے، اور بغیر اضافت کے منع ہونے والی روایت ضعیف ہے۔

فرضیت صوم: روزے کی فرضیت سن 2 ہجری میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن۔ سورہ البقرہ:185

روزے کی فرضیت کا مقصد تقویٰ پیدا کرنا اور نفس کی اصلاح ہے۔

ماہِ صیام کی حکمتیں:

روزے کی متعدد حکمتیں ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

اللہ کی نعمتوں کی قدر پیدا ہوتی ہے، غریبوں کی بھوک کا احساس ہوتا ہے، دل ذکر اور عبادت کی طرف متوجہ ہوتا ہے، نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، شیطانی وسوسوں میں کمی آتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ صحیح البخاری، صحیح مسلم

رمضان میں کیے جانے والے اعمال

(1)روزہ: فرمان الہٰی ہے: تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ البقرہ: 183، اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ صحیح البخاری: 1901

(2)تراویح: ام المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں: نبی ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ صحیح البخاری: 2013

اہلِ علم کے درمیان تراویح کی رکعات میں اختلاف ہے، تاہم آٹھ رکعات کا ثبوت صحیح حدیث سے ملتا ہے۔ اصل عبادت قیام اللیل ہے، رمضان میں اسے تراویح کہا جاتا ہے اور غیر رمضان میں تہجد۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان میں قیام کیا ایمان اور احتساب کے ساتھ، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ صحیح البخاری: 2009

(3)تلاوت قرآن: رمضان اور قرآن کا گہرا تعلق ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام رمضان میں نبی ﷺ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے۔ صحیح البخاری

سلف صالحین رمضان میں کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اور خود کو قرآن کے لیے خاص کر لیتے تھے۔

رمضان المبارک کے فضائل: یہ عظیم اور بابرکت مہینہ ہے جس میں : قرآن نازل ہوا روزے فرض ہوئے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں ، صحیح مسلم: 1079

شب قدر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لیلۃ القدر خیر من ألف شهر۔ سورہ القدر: 3

مغفرت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں"

صحیح البخاری، صحیح مسلم۔ جہنم سے آزادی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر دن اور رات لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے" مسند احمد؛ صحیح الترغیب للألبانی: حسن۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں۔ صحیح البخاری: 1904، صحیح مسلم: 1151۔ افطار کے وقت خوشی اللہ سے ملاقات کے وقت خوشی

خلاصہ:

رمضان المبارک اسلامی سال کا سب سے مبارک مہینہ ہے۔ اس میں قرآن نازل ہوا، روزے فرض ہوئے، اور عبادت کا خصوصی موقع دیا گیا۔

یہ مہینہ ایمان، تقویٰ اور اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کی قدر کرنے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین تقبل یارب العالمین

ڈاکٹر حسین محمد صغیر الریاضی

رؤیت ہلال: اہمیت، اصول اور وحدت امت

بے شک رؤیتِ ہلال اسلامی شعائر میں ایک بنیادی امر ہے، جس پر عبادات، فرائض اور اسلامی تقویم کی بنیاد قائم ہے۔ رمضان، عیدین، حج اور دیگر اہم عبادات کا تعلق چاند کی رؤیت سے جڑا ہوا ہے۔ اس لیے شریعتِ اسلامیہ نے اس معاملے پر واضح اصول اور رہنما خطوط مقرر کیے ہیں۔

شرعی مہینے اور اس کی معرفت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم لوگ برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں، وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔ (سورۃ یونس: ٥) اسی سہولت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے بندوں کے یومیہ اور ہفتہ واری معاملات خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی کا حساب سورج کے طلوع وغروب پر رکھا ہے، نماز سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: نماز قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لیکر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی، یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔ (سورۃ الإسراء: ٧٨) دوسری طرف ماہانہ وسالانہ معاملات کو چاند کے حساب سے منسلک کر دیا ہے۔ حج سے متعلق فرمایا: لوگ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کی جنتری اور حج کے لیے ہے۔ (سورۃ البقرہ: ١٨٩) حاصل کلام یہ کہ اسلام میں قمری مہینے ہی اصل بنیاد ہیں، یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب نے صحابہ کرام کے مشورے سے چاند کے اعتبار سے ہجری سال کا ایجاد کیا. آیت { ان عدة الشهود عند الله اثنا عشر ش هرا .... } کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اہل علم کا کہنا ہے کہ اس آیت کی روشنی میں مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنی خرید وفروخت لین دین کی مدت کی تعیین، زکاۃ کی ادائیگی اور دوسرے تمام احکام میں عربی سال کا اعتبار رکھیں، ان کے لئے رومی اور عجمی سالوں کا اعتبار جائز نہ ہو گا. (تفسیرالرازی فخرالدين الرازي ج٨ص ٥٥)

بنابریں مہینے کی ابتدا وانتہا کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ہی آسان رکھا ہے، یعنی ٢٩ دن گزرنے کے. بعد رویت ہلال یا تیس کی گنتی کا پورا کر لینا، چنانچہ رمضان سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: { فمن شهد منكم الشهر فليصمه } اسي کے متعلق ارشاد نبوی ہے: جب اسے یعنی چاند دیکھو تو روزہ رکھنا شروع کرو اور جب اسے دیکھو تو افطار کرو، اور تمہارے اوپر بدلی چھا جائے تو اس کا اندازہ کرو یعنی تیس کی گنتی پوری کرو" (صحيح البخارى لإمام البخاري : ١٩٠٠ الصوم) قرآنی آیات اور آحادیث مبارکہ سے درج ذیل فائدے حاصل ہوئے: ١. از روئے شرع قمری مہینے ہی معتبر ہیں.. ٢. ابتدائے ماہ اور انتہائے ماہ کی معلومات کا واحد ذریعہ رؤیت ہلال ہے، اور اس کو شرط قرار دیا ہے. ٣. شرعی مہینے کبھی انتیس دن کے ہوتے ہیں اور کبھی تیس دن کے، نہ اس سے کم ہوں گے اور نہ اس سے زیادہ ہو سکتے ہیں... ٤.. اگر علم فلک ونجوم کا حساب یہ کہتا ہے کہ چاند نہیں ہو سکتا اور لوگوں نے عملاً دیکھ لیا تو چاند دیکھنے کا اعتبار ہو گا نہ کہ علم فلکیات کا، یہ ایسا مسئلہ ہے کہ علماء امت کا اس پر اجماع ہے. (مجموع فتاوى لابن تيمية: ج٢٥ص ١٣٢) ٥. صرف روزہ اور عید ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے تمام معاملات جیسے زکاۃ، عورتوں کی عدت، ایلاء کی عدت، وغیرہ تمام امور رؤیت ہلال کے مطابق اور شرعی مہینوں کے مطابق طے کئے جائیں گے. (مجموع فتاوى لابن تيميه : ج ٢٥ص١٣٣،١٤٣)

رؤیت ہلال کی اہمیت: شریعت کی نظر میں رؤیت ہلال کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ مسلمانوں کے عبادات ومعاملات کا دار و مدار قمری مہینوں پر ہے اور قمری مہینوں کی صحیح معرفت بغیر رؤیت ہلال کا اہتمام کئے ممکن نہیں ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے رسالہ "الہلال" میں رؤیت ہلال اور اس کی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مقصد یہ ہے کے انتیس تاریخ کو شمار کرنا اور اس کا حساب ہر وقت اور حال میں واجب ہے۔ (مجموع فتاوى لابن تيمية :ج ٢٥،ص ١٥٣)مشہور ہندوستانی عالم علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: لوگوں پر فرض کفایہ یہ ہے کہ ۲۹ شعبان کو رمضان کا چاند دیکھنے کی کوشش کریں کیونکہ کبھی کبھار مہینہ ناقص یعنی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے علامہ شرنبلالی وغیرہ نے مراقی الفلاح میں اس کی تصریح ہے۔ (القول المنثور فی هلال خير الشهورلمحمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم الأنصاري اللكنوي الهندي، أبو الحسنات (المتوفى: 1304 هـ):ص١٤٨)رؤیت ہلال کی اہمیت آحادیث روشنی میں: ارشاد نبوی: {احصوا ھلال شعبان لرمضان} شعبان کے چاند کو رمضان کے لیے اچھی طرح شمار کرو اور یاد رکھو۔(سنن الترمذی صححه الباني:٦٨٧ الصوم،)اسی طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ماہ نو کو دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:[اللهم أهله علينا باليمن والإيمان والسلامة والإسلام ربي وربك الله] (مسند احمد :ج١، ص ١٦٢/ سنن الترمذی ٣٤٥١. ديكھئے الصحيحة ص ١٨١٦) دعا کے الفاظ اور عمومی طور پر حدیث کے الفاظ بتلا رہے ہیں کہ آپ رؤیت ہلال کا اہتمام کس قدر فرماتے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رؤیت ہلال ایک ایسا اہم عمل ہے کہ اس کا اہتمام کرنا اور اس کے دیکھنے کے بعد دعا کا پڑھنا ایک شرعی عمل اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ واللہ اعلم۔

رؤیت ہلال کے شرعی اصول: عینی مشاہدہ: اگرچہ جدید آلات ہی سے کیوں نا ہو: علامہ الشیخ ابن العثیمین نے رؤیت ہلال لے لئے دوربین وغیرہ کے استعمال کے جواز کا فتوی دیا ہے، اور لکھتے ہیں کہ مہینے کے دخول کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کریں، البتہ جہاں تک دوربین کے استعمال کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کا استعمال واجب بھی نہیں ہے... خلاصہ یہ ہے کہ کسی بھی ذریعے سے رؤیت ثابت ہوگئی تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ ارشاد نبوی ہے: [إذا رأيتموه فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا] جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب اسے دیکھ لو تو افطار کرو۔ (مجموع رسائل وفتاوى الشيخ ابن عثيمين :ج ١٩،ص ٣٦،٣٨.)

گواہی کا نظام: ابوعمیر بن انس بن مالک کہتے ہیں کہ میرے انصاری چچاؤں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، مجھ سے بیان کیا ہے کہ ہمارے اوپر شوال کا چاند مشتبہ ہو گیا تو اس کی صبح ہم نے روزہ رکھا، پھر شام کو چند سوار آئے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور دوسرے دن صبح عید کے لیے نکلیں۔ (سنن ابن ماجہ /کتاب الصیام / حدیث:1653]واضح رہے کہ رمضان کے چاند کے لئے ایک گواہی کافی ہے، اور عید کے لئے دو۔

اختلاف مطالع: مطلع طلوع مصدر کا اسم ظرف ہے، معنی ہیں: نکلنا، ظاہر ہونا، اسی مناسبت سے سورج اور چاند کے طلوع ہونے کی جگہ کو مطلع کہتے ہیں۔ رؤیت ہلال کے سلسلے میں اختلاف مطلع ایک ایسی حقیقت ہے جس پر علمائے دین اور اہل فلک کا اتفاق ہے، اس بات پر سبھی علماء متفق ہیں کہ جس طرح ایک

شہر سے دوسرے شہر میں سورج کے طلوع اور غروب کا فرق ہے بعینہ اسی طرح ہلال ماہ نو کے طلوع وعدم طلوع کا فرق ہے. (الإختيارات الفقهية لشيخ الإسلام ابن تيمية : ص ١٠٦،رحمة الأمة لقاضي الصفدي :ص ١٩٤) مطلع کے حدود کے متعلق ائمہ سلف کے اقوال میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن آج کل طول البلد کے تعین اور اس کے مطابق معیاری وقت کے تعین نے اس مسئلہ کو کافی حد تک حل کر دیا ہے. کئی اسلامی ممالک میں سارے ملک میں معیاری وقت ایک ہی ہوتا ہے. خواہ اس کا فاصلہ "١٥"ڈگری طول البلد سے زیادہ ہو. مثلا: سعودی عرب "٣٥" درجے سے "٥٦" درجے طول البلد شرقی یعنی "١٢" درجے پر پھیلا ہوا ہے، لیکن ملک بھر میں ان کا معیاری وقت ایک ہی ہے، گرینج ٹائم سے تین گھنٹے پہلے رؤیت ہلال کے لئے حکومت کمیٹی شہادت توثیق کے بعد رؤیت ہلال کا اعلان کر دیتی ہے، اور اس کو پورے ملک کی رؤیت قرار دے دیا جاتا ہے، اور ملک بھر کے لئے ایک ہی مطلع قرار دے کر اختلاف کو ختم کر دیا گیا. اور ایسی ہی صورتحال بھارت میں بھی ہے، ملک بھر کے لئے ایک ہی رؤیت ہے، البتہ چند ممالک ایسے بھی ہیں جو بہت زیادہ درجوں پر پھیلے ہوئے ہیں، مثلا: چین، روس اور کینیڈا، ان کے مختلف علاقوں میں معیاری وقت بھی الگ ہیں اور اسی طرح مطالع بھی. (الشمس والقمر بحسبان لعبد الرحمن كيلاني... مجلة الدعوة :ج ١٤،شماره ١٤،صفحه ٨٣)

عدم وحدت رؤیت کے دلائل: مشہور تابعی حضرت کریب بن ابی مسلم بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے. مجھے ملک شام حضرت معاویہ کے پاس بھیجا، میں ان کا کام پورا کیا، اور ابھی میں شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا..... پھر مہینہ کے آخر میں مدینہ منورہ واپس آیا تو عبد اللہ بن عباس نے ہم سے پوچھا کہ تم لوگوں نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا کہ ہم لوگوں نے جمعرات کو چاند دیکھا تھا.......، پھر عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ ہم لوگوں نے ہفتہ کی شب..... کریب کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: کیا آپ معاویہ کی رؤیت اور ان کے روزے کا اعتبار نہیں کرتے؟ عبد اللہ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے. (صحیح مسلم:١٠٨٧ الصیام.) شیخ الحدیث عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شام مدینہ منورہ سے شمال شرق کی طرف ٧٠٠ میل کی مسافت پر واقع ہے اس لئے ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابن عباس نے اہل شام کی رؤیت کا اعتبار دوری اور اختلاف مطلع کی وجہ سے نہیں کیا. (مرعاة المفاتيح لشيخ عبيد مباركفوري:ج ٤ ص٤٢٨.)

ثانیا: یہ بات ہمیشہ سامنے رکھنی چاہیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نبی کریم کے بلاواسطہ مخاطب تھے اور آپ کے خطاب کی زیادہ سمجھ بھی رکھتے تھے، اور ابن عباس کے حق میں آپ کی خصوصی دعا بھی تھی: [اللهم فقهه في الدين وعلمه التأويل] (مسند احمد :ج ١، ص ٢٩٦.یہ حدیث مختصراً صحیح البخاری میں آئی ہے.) اور أخص الخاص یہ کہ اس وقت مدینہ منورہ میں بہت سے صحابہ موجود تھے لیکن کسی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ کی تردید نہیں کی. (معرفة أوقات العبادات لشيخ ،خالد بن علي:ج ٢،ص ٣٢.) شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے جیسا کہ الاختیارات الفقہیۃ سے ظاہر ہے، (الإختيارات الفقهية لإبن تيميه: ص ٢٩) امام خطابی نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے. (اعلام الحديث شرح صحيح البخارى لإمام ابي سليمان الخطابي٩٤٣ / ٢)ہندوپاک کے جمہور علمائے اہل الحدیث کا بھی یہی مسلک رہا ہے، (المرعاة لشيخ الحدیث مبارک بوری:ج ٦،ص ٣٠٥،٣٠٦) آں جناب

نواب صدیق حسن خاں نے "فتح العلام" شرح بلوغ المرام میں اسی مذہب کو اختیار کیا ہے،(فتح العلام لمحمد البعداني،ج ۲ص ۲۹۰)سعودی عرب کے مقتدر علماء کی فتاوی کمیٹی نے اسی قول کوراجح قرار دیا ہے.(أبحاث هيئة كبار العلماء :۳/۲۹)

کیا شرعی مہینوں کے اثبات کے لئے حساب اور علم فلک پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

اس سوال کا جواب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بڑے معقول انداز میں دیاہیں:اس بات پر مسلمانوں کا اتفاق رہاہے،نہ ہی اس بارے میں کوئی قدیم اختلاف مروی ہے اور نہ ہی جدید،ہاں تیسری صدی ہجری کے بعد کچھ فقہاء پیدا ہوئے جن کا یہ خیال تھا کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو علم ہئیت کا حساب جاننے والوں کے لئے جائزہے کہ اپنے طور پر حساب کے مطابق عمل کر لیں،یہ قول اگرچہ مطلع کے ابر آلود ہونے کے ساتھ مشروط اور اہل ہئیت کے ساتھ خاص ہے،پھر بھی شاذ ہے اور یہ اجماع امت کے بعد پیدا ہوا ہے،البتہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں اسے ماننا اور اسے ایک عام حکم قرار دینا ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس کا قائل کوئی مسلمان نہیں رہاہے.(مجموع فتاوی لابن تیمیہ:ج۲۵،ص ۱۳۲،۱۳۳)حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن سریج کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:ابن الصباغ کہتے ہیں کہ علم حساب وفلک کی بنیاد پر روزہ رکھنا قطعاًواجب نہ ہوگا،ہمارے مذہب کے اہل علم کا اس پر اتفاق ہے.(فتح الباری لابن حجر :ج ٤ص ۱۵۸.)ان دونوں اماموں کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ قمری مہینوں کے ثبوت کے لئے رؤیت ہلال شرط ہے ورنہ تیس کی گنتی پوری کرنا ضروری ہے.یہی علماء سلف وخلف کا مسلک رہاہے۔

قتادہ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

حضرت قتادہ بن دعامہ رحمۃ اللہ علیہ کو علم حدیث میں بلند مقام حاصل تھا۔ بڑے بڑے محدثین ان سے روایتِ حدیث کرتے تھے، اگرچہ ظاہری بصارت سے محروم تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین حافظہ عطا کیا تھا۔ تلاوتِ قرآن کے سلسلے میں ان کا معمول یہ تھا کہ ہر ہفتے ایک قرآن ختم کرتے تھے، لیکن رمضان المبارک میں اور زیادہ تلاوت کرتے تھے، اور ہر تین دنوں میں قرآن پاک کا ختم فرماتے تھے، اور آخری عشرے میں ہر روز ختمِ قرآن کا معمول تھا، جیساکہ علامہ ذہبیؒ نے ذکر کیا ہے:

’’کان قتادة یختم القرآن في سبع، وإذا جاء رمضان ختم في کل ثلاث، فإذا جاء العشر ختم کل لیلة۔‘‘ (۔ ۸: سیر أعلام النبلاء للذہبي، (۲۷۶/۵)، الناشر: مؤسسة الرسالة- بیروت، ط:۱۴۱۳ھ- ۱۹۹۳م)

ترجمہ: ’’حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ ہر ہفتے قرآن پاک ختم کرتے تھے، اور جب رمضان آتا تو ہر تین دنوں میں ختم کرتے، پھر جب آخری عشرہ آتا تو ہر رات ختمِ قرآن کرتے تھے۔‘‘

از قلم: حافظ محمد شمیم البازی

ماہ رمضان تلاوت قرآن اور سلف صالحین

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آخری آسمانی کتاب ہے۔ جو ہدایت ورحمت، اور موعظت ونصیحت کا منبع ومصدر اور دلوں کے امراض کے لئے شفاہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "یا أیھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما في الصدور وھدی ورحمۃ المؤمنین" (سورہ یونس:57) جس میں واضح نور اور روشنی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "وأنزلنا إلیکم نورامبینا" (سورہ النساء:173) اسی لئے اس کے ذریعے سے لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لایا جاتا ہے فرمان باری تعالی ہے: "کتاب أنزلناہ إلیک لتخرج الناس من الظلمات إلی النور" (سورہ ابراہیم:1) قرآن کریم کے احکام وتعلیمات اور ہدایات مبنی برعدل وانصاف اور قصص وواقعات میں صداقت وسچائی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایاہے: "وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا" چنانچہ باطل اور جھوٹ نہ اس کے آگے سے آسکتاہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ اسی لئے یہ باطل اور جھوٹ سے بالکل پاک ایک برحق اور سچی کتاب ہے جس کے برحق ہونے میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہیں کیاجاسکتاہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: "لایأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید "

تلاوت قرآن کی فضیلت:

کتاب وسنت میں تلاوت قرآن کی بہت ساری فضیلتیں وارد ہیں یہاں صرف دو فضیلتوں پر اکتفا کیاجارہاہے۔

۱ -ایک حرف پڑھنے پر دس نیکی

"عن عبد اللہ بن مسعود رضي اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من قرأ حرفا من كتاب الله فله حسنة، والحسنة بعشر امثالها ،لا أقول الم حرف ،ولكن ألف حرف ،ولام حرف ،وميم حرف"

ترجمہ: عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کتاب اللہ (قرآن کریم) کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے، میں نہیں کہتاہوں کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے میم ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے (سنن ترمذی، حسن صحیح، حدیث نمبر:2910)

۲ - قرآن صاحب قرآن کے لئے قیامت کے دن سفارشی بن کر آئے گا جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادہے "الصيام والقران يشفعان للعبد يوم القيامة" روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے (مسند أحمد، حدیث نمبر:6626)

قارئین کرام! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کب نازل ہوا؟ قرآن کریم جواب دیتے ہوئے کہتاہے کہ: "شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن "ماہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا (سورہ بقرۃ:185

قارئین کرام! مکمل قرآن کریم ساتویں آسمان لوح محفوظ سے پہلے آسمان بیت العزہ میں ایک ہی مرتبہ شب قدر میں نازل ہوا۔ پھر پہلے آسمان سے حسب ضرورت اور وقفے وقفے سے بذریعہ جبریلِ امین علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا اور اترتا رہا اور تئیس سالوں میں نزول قرآن مکمل ہوا

محترم قارئین! نہ صرف یہ کہ قرآن کریم بلکہ تمام آسمانی کتابیں ماہ رمضان کے مقدس مہینے میں اتاری گئیں ہیں جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:" أنزلت صحف ابراهيم عليه السلام في أول ليلة من رمضان ،وانزلت التوراة لست مضين من رمضان ،وانزل الانجيل لثلاث عشرة ليلة خلت من رمضان ،وانزل الزبور لثمان عشرة خلت من رمضان ،وانزل القرآن لاربع و عشرين خلت من رمضان " ترجمہ۔ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی پہلی رات کو، تورات چھ رمضان کو، انجیل رمضان کے تیرہ دن گزرنے کے بعد (یعنی چودھویں رمضان کو)، زبور اٹھارہویں رمضان کو اور قرآن کریم چوبیس دن گزرنے کے بعد (پچیس) رمضان کو نازل ہوا (سلسلہ احادیث صحیحہ ترقیم الالبانی:1575)

قارئینِ کرام! مذکورہ بالا قرآنی آیات اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ قرآن کریم رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں نازل ہوا اس لئے قرآن کریم اور ماہ رمضان کا آپس میں گہرا ربط اور تعلق ہے چنانچہ بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ماہ رمضان دراصل ماہ قرآن ہے یہی وجہ ہے کہ سید الانبیاء والاتقیاء نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں تلاوت قرآن کریم کا جتنا اہتمام کرتے تھے دوسرے ایام اور مہینوں میں اتنا اہتمام نہیں کرتے تھے جیسا کہ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے" عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما قال:" كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أجودالناس ،و أجود ما يكون في رمضان حين يلقاه جبريل ،وكان جبريل عليه السلام يلقاه في كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن ،فلرسول الله صلى الله عليه وسلم أجود با لخير من الريح المرسلة"

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریل علیہ السلام کی ملاقات ہوتی تو آپ کی سخاوت اور بھی بڑھ جایا کرتی تھی، جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر و بھلائی کے معاملے میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے تھے (صحیح بخاری، کتاب الصوم، حدیث نمبر:1902) جبکہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کرتے تھے لیکن جس سال آپ کا انتقال ہوا اس سال آپ نے دو مرتبہ قرآن کا دور کیا جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے" عن فاطمة رضي الله عنها قالت:"اسر إلى النبي صلى الله عليه وسلم إن جبريل كان يعارضني القران كل سنة مرة ،وإنه عارضني العام مرتين، ولا أراه إلا حضر اجلي "

ترجمہ:" فاطمہ رضی اللہ عنہانے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چپکے سے کہا کہ ہر سال جبریل علیہ السلام مجھ سے ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے، میں سمجھتا ہوں میری موت کا وقت قریب ہے (صحیح بخاری، حدیث نمبر:3623)

قیام اللیل(تراویح)میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت قرآن:

محترم قارئین!آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں ماہ رمضان کے آخری ایام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انتہائی طویل قیام اللیل کرایا اتنا طویل کہ آپ نے ایک ہی رکعت میں قرآن کی تین بڑی سورتیں پڑھ ڈالیں جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "عن حذيفة،أن النبي صلى الله عليه وسلم قرأ البقرة ،وآل عمران ،والنساء في ركعة لا يمر بآية رحمة إلا سأل ولا بآية عذاب إلا استجار

ترجمہ: حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی رکعت میں سورہ البقرہ، آل عمران اور نساء پڑھیں، آپ جب بھی رحمت کی آیت سے گزرتے تو (اللہ سے) رحمت کی درخواست کرتے، اور عذاب کی آیت سے گزرتے تو (عذاب سے) اللہ کی پناہ چاہتے۔(سنن النسائی، کتاب قیام اللیل وتطوع النھار، حدیث نمبر:1010) قابل غور پہلو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی رکعت میں قرآن کی تین بڑی سورتیں سورہ البقرہ، آل عمران اور نساء پڑھیں اور یہ تینوں سورتیں سوا پانچ پارے پر مشتمل ہے، جب آپ کی ایک رکعت کا یہ عالم ہے تو باقی رکعتیں کتنی طویل ہوئی ہوں گی اور اس میں آپ نے مزید کتنی سورتیں پڑھی ہوں گی!صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ان کو خدشہ ہوا کہ کہیں ان کی سحری کا وقت نہ نکل جائے جیسا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تراویح پڑھانے کھڑے نہیں ہوئے یہاں تک کہ رمضان کے مہینہ کی سات راتیں باقی رہ گیئیں، تو آپ ہمیں تراویح پڑھانے کھڑے ہوئے (اور پڑھاتے رہے) یہاں تک کہ تہائی رات کے قریب گزر گیی، پھر چھٹی رات آئی لیکن آپ ہمیں پڑھانے کھڑے نہیں ہوئے، پھر جب پانچویں رات آئی تو آپ ہمیں تراویح پڑھانے کھڑے ہوئے (اور پڑھاتے رہے) یہاں تک کہ تقریباً آدھی رات گزر گیی، تو ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول !کاش آپ یہ پوری رات پڑھاتے، آپ نے فرمایا:"آدمی جب امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے، تو اس کے لئے پوری رات کا قیام شمار کیا جاتا ہے" پھر چوتھی رات آئی تو آپ ہمیں تراویح پڑھانے کھڑے نہیں ہوئے، پھر جب رمضان کے مہنہ کی تین راتیں باقی رہ گئیں، تو آپ نے اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو کہلا بھیجا اور لوگوں کو بھی جمع کیا اور ہمیں تراویح پڑھائی، یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں ہم سے فلاح نہ چھوٹ جائے، پھر اس کے بعد مہینہ کے باقی دنوں میں ہمیں تراویح نہیں پڑھائی۔داؤد بن ابی ہند(راوی حدیث)کہتے ہیں:ہم نے پوچھا فلاح کیا ہے؟تو انہوں(ولید بن عبدالرحمن)نے کہا: سحری کھانا

فلما بقي ثلث من الشهر أرسل إلى بناته ونساؤه ،وحشد الناس فقام بنا حتى خشينا أن يفوتنا الفلاح ،ثم لم يقم بنا شيئا من الشهر ،قال داؤد،قلت: ،ما لفلاح قال: السحور (سنن النسائ ،کتاب قیام اللیل وتطوع النہار ،حدیث نمبر :1365)

قارئین کرام!مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق قرآن کریم سے کیسا اور کس طرح تھا!

قارئین کرام! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ماہ رمضان میں تلاوت قرآن پاک کے انتہائی اعلیٰ اور عمدہ نمونے پیش کئے ہیں۔ جیسا کہ امام ابنِ رجب رحمہ اللہ اسلاف کرام کی قرآن سے وابستگی، شیفتگی اور والہانہ لگاؤ و محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ" كان بعض السلف يختم في قيام رمضان في كل ثلاث ليال ،وبعضهم في كل سبع منهم قتادة ،وبعضهم في كل عشر ، وكان بعضهم يختم في العشر الاواخر كل ليلة ،وكان للشافعي في رمضان ستون ختمة يقرؤها في غير الصلاة ،وكان الإمام مالك إذا دخل رمضان نفر من قراءة الحديث ومجالسة أهل العلم ،و أقبل على تلاوة القرآن من المصحف ،وكان سفيان الثورى إذا دخل رمضان ترك جميع العبادة, و أقبل على تلاوة القرآن "

اسلاف کرام میں سے بعض قیام رمضان (تراویح) میں ہر تین دن میں قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے، بعض ہر سات دن میں انہی میں سے قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، بعض ہر دس دن میں، بعض آخری عشرے کی ہر رات میں، امام شافعی رحمہ اللہ ماہ رمضان میں غیر نماز میں (نماز کے علاوہ) ساٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم کرتے تھے، اور جیسے ہی ماہ رمضان شروع ہوتا امام مالک رحمہ اللہ تدریس حدیث سے دور ہو کر تلاوت قرآن میں مصروف ہو جاتے، اور ماہ رمضان کے شروع ہوتے ہی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ دیگر نوافل سے کنارہ کش ہو کر خصوصی طور پر تلاوت قرآن کی جانب متوجہ ہو جاتے (لطائف المعارف: ص،318)

سلف صالحین اور ختم قرآن کے سلسلے میں امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح کا ایک قول نقل کیا ہے" ينبغي أن يحافظ على تلاوته ،ويكثر منها ، وكان السلف رضي الله عنهم لهم عادات مختلفة في قدر ما يختمون ،فجاء عن بعضهم في كل خمس ،وعن بعضهم في كل أربع ،وعن كثيرين في كل ثلاث ،وعن بعضهم في كل ليلتين ،وختم بعضهم في كل يوم وليلة ختمة ،ومنهم من كان يختم في كل يوم وليلة ختمتين ،ومنهم من كان يختم ثلاثا ،و ختم بعضهم ثماني ختمات ،أربعا بالليل وأربعا با لنهار ، فمن الذين كانوا يختمون ختمة في الليل واليوم :عثمان بن عفان ،وتميم الداري رضي الله عنهما ،وسعيد بن جبير ،ومجاهد ،والشافعي وآخرون ، ومن الذين كانوا يختمون ثلاث ختمات ،سليم بن عمر رضي الله عنه"

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "پابندی، اہتمام اور کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنی چاہیے، ختم قرآن کے تعلق سے سلف صالحین رضی اللہ عنہم کی مختلف عادتیں تھیں، روایات میں آیا ہے کہ سلف صالحین میں سے بعض ہر پانچ دن میں قرآن ختم کرتے تھے، بعض ہر چار دن میں، کثیر اور بہت بڑی تعداد ہر تین دن میں، بعض ہر دو دن میں، بعض دن اور رات میں ایک مرتبہ، اور ان میں سے بعض دن اور رات میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے تھے، ان میں سے بعض دن اور رات میں تین مرتبہ، بعض دن اور رات میں آٹھ مرتبہ، چار مرتبہ دن میں اور چار مرتبہ رات میں، جو لوگ دن اور رات میں ایک مرتبہ قرآن

مجید ختم کرتے تھے ان میں عثمان بن عفان اور تمیم رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، مجاہد، شافعی رحمہم اللہ اور دوسرے لوگ ہیں، اور جو لوگ آٹھ مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے تھے ان میں سلیم بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں (التبیان فی آداب حملۃ القرآن:59-63)

محترم قارئین! حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تین دن سے کم مدت میں ختم قرآن پر ممانعت وارد ہے جبکہ مذکورہ بالا قول میں منقول ہے کہ بعض اسلاف کرام دن اور رات میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے تھے، اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے امام ابنِ رجب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "وإنما ورد النهي عن قراءة القرآن في أقل من ثلاث على المداومة على ذالك ،فأما في الاوقات المفضلة كشهر رمضان ،أو في أماكن المفضلة كمكة ،فيستحب الإكثار فيها من تلاوة القرآن إغتناما للزمان والمكان

تین دن سے کم مدت میں ختم قرآن پر ممانعت صرف اس وقت ہے جب اس پر ہمیشہ عمل کیا جائے اور اس کو معمول بنالیا جائے، رہی بات فضیلت والے اوقات کی جیسے ماہ رمضان اور فضیلت والی جگہوں کی جیسے شہر مکہ تو اس وقت کثرتِ تلاوت قرآن مستحب ہے، جگہ اور وقت کی فضیلت کو غنیمت جانتے ہوئے (لطائف المعارف:319)

قارئین کرام! مذکورہ بالا نصوص، دلائل اور اقوال سلف صالحین سے یہ بات خوب واضح ہوگئی ہے کہ ماہ رمضان دراصل ماہ قرآن ہے اس لیے اس مقدس مہینے کو غنیمت سمجھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنی چاہیے۔

منصور بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

منصور بن زاذانؒ تابعی اور حدیث کے رواۃ میں سے ہیں۔ چنانچہ ہشام بن حسان ان کے بارے میں کہتے ہیں:

''وكان إذا جاء رمضان ختم القرآن العظيم فيما بين المغرب والعشاء۔'' (۔ إكمال تهذيب الكمال للعلامة مغلطاي، (۳۶۹/۱۱)، رقم الترجمة: ۴۷۴۳، الناشر: الفاروق الحديثة للطباعة والنشر، ط:۱۴۲۲ھ- ۲۰۰۱م)

ترجمہ: ''جب رمضان کا مہینہ ہوتا تو وہ مغرب اور عشاء کے درمیان ختمِ قرآن کرتے تھے۔''

بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت منصور بن زاذان رحمۃ اللہ علیہ ماہِ رمضان میں ہر روز دو مرتبہ ختمِ قرآن کرتے تھے۔

عبدالسبحان سلفی

رمضان اور تقوی

رمضان کا بابرکت مہینہ جہاں ایک طرف فیضانِ رحمت وبرکت کا مہینہ ہے وہیں یہ مہینہ مسلمانوں کو صبر و تحمل، تقوی وپرہیزگاری، اطاعت گزاری، وفاشعاری اور عفو ودرگزر کا درس دیتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ مہینہ ان کو گناہ کے کاموں سے باز رکھتا ہے اور ان کی اخلاقی وروحانی تربیت کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ روزے کو ڈھال سے تشبیہ دی گئی ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:" الصِّيَامُ جُنَّةٌ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ." [صحيح بخاری ،حديث: ١٩٠٤]

"روزہ (گناہوں اور جہنم سے بچنے کے لیے) ایک ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ فحش گوئی کرے اور نہ ہی شور و غل (لڑائی جھگڑا) کرے۔ اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ (صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے) کہہ دے: میں روزے سے ہوں۔"

روزے کی فرضیت کا مقصد

اللہ رب العالمین نے جب امت مسلمہ کے اوپر روزے فرض کیے تو ساتھ ہی اس کی فرضیت کے مقصد کو بھی واضح کر دیا، فرمان الہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [سورة البقرة : ١٨٣]

"اے ایمان والو! تمہارے اوپر روزے فرض کیے گئے ہیں، جیسے تم سے پہلی امتوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔"

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تقوی کی آبیاری روزے کی فرضیت کا اولین مقصد ہے۔ جب کسی انسان کے دل میں تقوی کی صفت جاگزیں ہو جائے تو وہ اپنے تمام امور و معاملات میں اللہ سے ڈرتا ہے اور معصیت کے ارتکاب سے باز رہتا ہے۔ اس اعتبار سے رمضان المبارک کا مہینہ ایک مسلمان کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہے، اس لیے کہ اس ماہ مبارک میں جب وہ بھوک وپیاس کی شدت برداشت کرتا ہے تو اس کا دل نرم پڑ جاتا ہے اور فقراء ومساکین کے لیے اس کے اندر احساس ہمدردی جاگ جاتا ہے۔ اسی طرح جب وہ روزے کی حالت میں فضول اور لغو کاموں سے بچتا رہتا ہے تو اس کا اثر اس ماہ مبارک کے رخصت ہو جانے کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ بالفاظ دیگر رمضان المبارک کا مہینہ حصولِ تقوی کا ایک تربیتی مرحلہ ہے۔ اگر کوئی اس مرحلے کو تمام شروط وقیود کے ساتھ بحسن وخوبی مکمل کر لے تو اس کا اثر اس کے اندر سال کے دیگر مہینوں میں بھی نظر آتا ہے۔

تقوی کا معنی ومفہوم

تقوی کی لغوی تعریف: تقوی "وقی یقی" کا مصدر ہے جس کی اصل "وقیا" ہے، جیسا کہ ابن منظور نے لسان العرب میں اس کی اصل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:"التقوى، التاء بدل من الواو، والواو بدل من الياء" [لسان العرب: ١٥/٤٠٤]

یعنی "تقوی کی تا واو سے اور واو یا سے بدلا ہوا ہے۔"

لغت میں 'وقي' کا مادہ حفاظت، بچاؤ اور پرہیز کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ ابن فارس معجم مقاییس اللغۃ میں لکھتے ہیں: "وقي: الواو والقاف والياء: كلمة واحدة تدل على دفع شيء بغيره." [معجم مقاييس اللغة: ۱۳۱/۶]

"وقي: و، ق، ی: یہ حروف مادہ کسی چیز کے ذریعہ (کسی دوسری چیز کے) بچاؤ کرنے پر دلالت کرتے ہیں۔"

تقوی کی شرعی تعریف: علمانے تقوی کی کئی تعریفات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن سب سے جامع تعریف وہ ہے جس کی نسبت طلق بن حبیب رحمہ اللہ کی طرف کی جاتی ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "زاد المهاجر إلى ربه" میں طلق بن حبیب رحمہ اللہ کے حولے سے تقوی کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

وأما التقوى فحقيقتها العمل بطاعة الله إيماناً واحتساباً، أمراً ونهياً، فيفعل ما أمر الله به إيمانا بالأمر وتصديقا بوعده، ويترك ما نهى الله عنه إيماناً بالنهي وخوفاً من وعيده، كما قال طلق بن حبيب: " إذا وقعت الفتنة فاطفئوها بالتقوى " قالوا: وما التقوى؟ قال: " أن تعمل بطاعة الله على نور من الله ترجوا ثواب الله وأن تترك معصية الله على نور من الله تخاف عقاب الله ".[زاد المهاجر إلى ربه : ص ۱۳]

"جہاں تک تقویٰ کا تعلق ہے تو اس کی حقیقت ایمان اور احتساب (ثواب کی نیت) کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرنا ہے، چاہے معاملہ حکم ماننے کا ہو یا کسی چیز سے رک جانے کا۔ پس انسان وہ کام کرے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے، اس حکم پر ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ کے وعدے (ثواب) کی تصدیق کرتے ہوئے۔ اور ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے، اس ممانعت پر ایمان رکھتے ہوئے اور اللہ کی وعید (سزا) سے ڈرتے ہوئے۔ جیسا کہ طلق بن حبیب نے فرمایا: "جب فتنہ سر اٹھائے تو اسے تقویٰ کے ذریعے بجھادو۔" لوگوں نے پوچھا: "تقویٰ کیا ہے؟" تو انہوں نے فرمایا: "تقویٰ یہ ہے کہ تم اللہ کی اطاعت اس طرح کرو کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (بصیرت) ہو اور تم اللہ کے ثواب کی امید رکھتے ہو، اور تم اللہ کی نافرمانی کو اس طرح چھوڑ دو کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (بصیرت) ہو اور تم اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہو۔"

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے "الزھد الکبیر" میں تقوی کے معنی و مفہوم کے سلسلے میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک اثر نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: قَالَ رَجُلٌ لِأَبِي هُرَيْرَةَ: مَا التَّقْوَى؟ قَالَ: " أَخَذْتَ طَرِيقًا ذَا شَوْكٍ؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ:فَكَيْفَ صَنَعْتَ؟ قَالَ: إِذَا رَأَيْتَ الشَّوْكَ عَدَلْتُ عَنْهُ أَوْ جَاوَزْتُهُ أَوْ قَصُرْتُ عَنْهُ قَالَ: ذَاكَ التَّقْوَى "[الزهد الكبير، باب الورع والتقوى: ص ۹۶۳]

"ایک شخص نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "تقویٰ کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "کیا تم کبھی کسی ایسے راستے سے گزرے ہو جس میں کانٹے ہوں؟" اس شخص نے جواب دیا: "جی ہاں۔" آپ نے پوچھا: "تو پھر تم نے (وہاں) کیا طرزِ عمل اختیار کیا؟" اس شخص نے کہا: "جب میں نے کانٹے دیکھے تو میں (ان سے) ہٹ کر نکل گیا، یا ان کے اوپر سے (چھلانگ کر) گزر گیا، یا (ان سے بچنے کے لیے) رک گیا۔" آپ نے فرمایا: "بس یہی تقویٰ ہے۔"

اسی مفہوم کو ایک شاعر نے کچھ یوں بیان کیا ہے:

خل الذنوب صغيرها وكبيرها ذاك التقى

واصنع كماش فوق أر ض الشوك يحذر ما يرى

لا تحقرن صغيرة إن الجبال من الحصا

"تم گناہوں کو چھوڑ دو خواہ وہ صغیرہ گناہ ہو یا کبیرہ گناہ، یہی تقوی ہے۔ اور وہی طرز عمل اختیار کرو جو کانٹے دار زمین پر چلنے والا شخص اختیار کرتا ہے یعنی وہ جو کچھ دیکھتا ہے اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ تم کسی صغیرہ گناہ کو ہرگز معمولی نہ سمجھو اس لیے کہ پہاڑ کنکڑیوں سے ہی بنتے ہیں۔"

تقوی کے مراتب

تقوی کے تین مراتب ہیں:

۱۔ شرک وکفر سے بچنا

تقویٰ کی بنیاد "ایمان" ہے۔ جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی، اسی طرح ایمان کی درستگی اور شرک وکفر سے براءت کے بغیر تقویٰ کا تصور محال ہے۔ یہ تقویٰ کا ادنیٰ اور بنیادی درجہ ہے۔ اس مرتبے پر تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ہر قسم کے کفر وشرک سے مکمل اجتناب کرے۔ یہ تمام مکلف انسانوں پر فرضِ عین ہے اور اخروی نجات کا دارومدار اسی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ [سورة الانعام: ٨٢]

"جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ آلودہ نہیں کیا، انہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔"

۲۔ فسق وفجور سے بچنا

شرک وکفر سے اجتناب کے ساتھ ان تمام امور سے بچا جائے جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔ خاص طور سے ان گناہوں سے جن کے ارتکاب پر اللہ کی لعنت یا عذاب کی وعید ہو اور جنہیں شریعت کی اصطلاح میں 'کبائر' کہا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ [سورة النساء: ٣١]

"اگر تم ان بڑے گناہوں (کبائر) سے بچتے رہو گے جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے، تو ہم تمہاری چھوٹی برائیاں (صغائر) معاف کر دیں گے اور تمہیں باعزت جگہ (جنت) میں داخل کریں گے۔"

۳۔ مکروہات و مشتبہات سے بچنا

کچھ ایسے اعمال ہیں جن کا چھوڑنا شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ ہے لیکن اگر کوئی ان کا مرتکب ہوتا ہے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ اسی طرح کچھ ایسے مشتبہ امور ہیں جن کی حلت و حرمت پر واضح دلائل موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا جو شخص ایسے امور و معاملات سے بچتا ہے وہ تقوی کے سب سے بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ صحیحین کے اندر نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے فرمایا:" إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، والْحَرَامَ بَيِّنٌ، وبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ، وعِرْضِهِ، ومَنْ وقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى، يُوشِكُ أَنْ يَقَعَ فِيهِ، أَلَا وإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وهِيَ الْقَلْبُ.[صحيح بخارى، حديث: ٥٢ ، صحيح مسلم حديث: ١٥٩٩]

"حلال واضح ہے، اور حرام بھی، ان کے درمیان بعض چیزیں مشتبہ ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جان پاتے (کہ حلال ہے یا حرام) جو ان مشتبہ چیزوں سے بچے، اس نے اپنے دین اور اپنی عزت و آبرو کو بچا لیا، اور جو شبہات میں پڑ گیا، وہ ایک دن حرام میں بھی پڑ جائے گا، جیسا کہ چراگاہ کے قریب جانور چرانے والا اس بات کے قریب ہوتا ہے کہ اس کا جانور اس چراگاہ میں بھی چرنے لگ جائے، خبردار!، ہر بادشاہ کی ایک مخصوص چراگاہ ہوتی ہے، اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں، سنو! بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب تک وہ صحیح رہتا ہے تو پورا جسم صحیح رہتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتا ہے، تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، سنو!، وہ دل ہے۔"

حصول تقوی کے وسائل

یوں تو ماہ رمضان کا پورا مہینہ ہی تقوی کی آبیاری کے لیے بہترین موقع ہے، لیکن کچھ اور بھی وسائل و ذرائع ہیں جو حصول تقوی کے لیے معاون و مددگار ہیں:

۱۔ حصول تقوی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا

دعا حصول تقویٰ کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ انسان جب خلوص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کا سوال کرے گا تو لا محالہ اسے ان تمام کاموں کو چھوڑنا پڑے گا جو تقویٰ کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور ان اعمال کو اپنانا پڑے گا جو اسے تقویٰ کی راہ میں لگادے۔ چنانچہ جب وہ دعا کرتا ہے تو گویا وہ اطاعت شعاری اور ترک معصیت پر اللہ تعالیٰ سے عہد وپیمان کر رہا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ سے منقول ایک ماثور دعا ہے جسے بار بار پڑھنا چاہیے: ''اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا'' [صحيح مسلم، حديث: ٢٧٢٢]

"اے اللہ! تو میرے نفس کو تقویٰ عطا کر، اسے (برائیوں سے) پاک کر دے، تو ہی بہترین پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا مالک اور سرپرست ہے۔"

۲۔ اللہ پر اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان رکھنا

اللہ پر ایمان اطاعت پر ابھارتا ہے اور معصیت سے روکتا ہے، اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان انسان کو دنیائے فانی کی چند روزہ زندگانی میں پیش آمدہ مصائب و آلام پر صبر وشکیب عطا کرتا ہے، کہ آج جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ مقدور الٰہی ہے۔ پھر یہی صبر وشکیب اسے تقویٰ کی بلندی پر پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ عون بن عبد اللہ کہتے ہیں: "رأس التقوى الصبر" [حلية الأولياء: ۴/۲۴۵]

یعنی "تقویٰ کی بنیاد ہی صبر ہے۔"

۳۔ محاسبۂ نفس

خود احتسابی حصول تقویٰ کے مؤثر ترین ذرائع میں سے ایک اہم ذریعہ ہے۔ محاسبۂ نفس دراصل اس شعور کا نام ہے کہ انسان ہر لمحہ یہ محسوس کرے کہ وہ اپنے خالق کے سامنے جوابدہ ہے۔ یہ عمل انسان کو اس کے عیوب سے آگاہ کرتا ہے اور اسے اپنی اصلاح پر آمادہ کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تقویٰ اختیار کرنے کے ساتھ اپنے اعمال کا بھی جائزہ لینے کا حکم دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [سورة الحشر : ١٨]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے کیا بھیجا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔"

اسی طرح احتساب نفس کے تعلق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بہت مشہور ہے: ''حاسِبوا أنفُسكم قبلَ أن تُحاسَبوا، وزِنوا أنفُسكم قبلَ أن تُوزَنوا، فإنَّه أهونُ عليكم في الحسابِ غداً أن تُحاسِبوا أنفُسكم اليومَ، وتزَيَّنوا للعرضِ الأكبرِ، يَومَئِذٍ تُعرَضونَ لا تَخفى مِنكُم خافِيةٌ-'' [حلية الأولياء : ٥٢/١]

"خود کا محاسبہ کیے جانے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور وزن کیے جانے سے قبل اپنے نفس کا وزن کرو۔ آج تمہارا اپنے نفس کا محاسبہ کرنا آئندہ کل حساب و کتاب میں تمہارے لیے زیادہ آسان ہے، اور بڑی پیشی کے لیے تیاری کرو، جس دن تم لوگ پیش کیے جاؤ گے تو تمہارے اوپر کوئی پوشیدہ رہنے والی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی۔"

تقویٰ کے فوائد و ثمرات

تقویٰ کے اس قدر فوائد ہیں کہ ان کو حیطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ یہاں چند اہم فوائد کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

ا۔ تنگی سے نجات اور رزق میں کشادگی

اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اختیار کرنے والوں سے ہر تنگی سے نجات دینے اور رزق کی فراوانی کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّهُۥ مَخْرَجًا * وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [سورة الطلاق : ٣-٢]

"اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کی کوئی راہ پیدا کر دے گا، اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو گا۔"

۲۔ اللہ کی محبت کا حصول

تقویٰ ایسی صفت ہے کہ انسان اسے اپنا لے تو وہ اللہ کا محبوب اور پسندیدہ بندہ بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِۦ وَٱتَّقَىٰ فَإِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُتَّقِينَ﴾ [سورة آل عمران: ٧٦]

"کیوں نہیں! جو کوئی اپنا عہد پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے، تو بے شک اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔"

۳۔ دنیا و آخرت میں بشارت

اللہ تعالیٰ نے متقیوں اور پرہیز گاروں سے دنیا و آخرت میں ہر طرح کی خوشخبری اور بشارت کا وعدہ فرمایا ہے، فرمان الٰہی ہے: ﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ﴾ [سورة يونس: ٦٤-٦٣]

"وہ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے رہے، ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت (خوشخبری) ہے اور آخرت میں بھی۔"

۴۔ گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ

تقویٰ گناہوں کو مٹاتا ہے اور بلندئ درجات کا سبب بنتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّـَٔاتِهِۦ وَيُعْظِمْ لَهُۥٓ أَجْرًا﴾ [سورة الطلاق: ٥]

"اور جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اسے بڑا اجر عطا فرمائے گا۔"

۵۔ بصیرت (فرقان) کا حصول

تقویٰ سے انسان کو وہ نور اور بصیرت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ حق اور باطل میں تمیز کر سکتا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِن تَتَّقُوا۟ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ [سورة الانفال: ٢٩]

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے 'فرقان' (حق و باطل میں فرق کرنے والی بصیرت) پیدا کر دے گا۔"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رمضان کا بابرکت مہینہ محض بھوک پیاس کی شدت برداشت کرنے کا نام نہیں بلکہ یہ حصولِ تقویٰ کا ایک اہم تربیتی مرحلہ ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم روزے کی فرضیت کے مقصد کو سمجھیں اور اسے پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اگر ہم سے روزہ کا مقصد ہی فوت ہو جائے تو بھوک و پیاس کی شدت برداشت کرنا بے سود ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔"ربَّ صائمٍ ليسَ لَه من صيامِه إلَّا الجوعُ" [صحيح ابن ماجه، حديث : ١٣٨٠]

"کتنے روزے دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزے سے بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

حارث بن اسد رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

حضرت حارث بن اسد رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور تلامذہ میں سے ایک ہیں۔ تحصیلِ علم کے بعد وہ اور امام مالکؒ کے دوسرے دو مشہور شاگرد یعنی ابنِ وہبؒ اور ابن قاسمؒ رخصت ہونے لگے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ وہبؒ اور ابن قاسمؒ کو تقویٰ اور علم کی نشر واشاعت وغیرہ کی وصیت کی، لیکن حارث بن اسدؒ کو تلاوتِ قرآن کی نصیحت کی۔ چنانچہ وہ فرماتے تھے: "لم يرني أهلاً للعلم" یعنی امام مالکؒ نے مجھے علم کا اہل نہیں دیکھا ہوگا، اس لیے علم سے متعلق نصیحت نہیں کی۔ بہرحال امام مالکؒ کی اس نصیحت کو انہوں نے اپنی زندگی کا اہم مقصد بنا لیا، اور بہت زیادہ تلاوتِ قرآن کرتے تھے، چنانچہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"كان ثقة خياراً مستجاباً يختم القرآن في كل ليلة من رمضان" (ترتيب المدارك وتقريب المسالك للقاضي عياض، (٣٢٢/٣)، الناشر: مطبعة فضالة –المحمدية، المغرب)

ترجمہ: "وہ ثقہ، نیک اور مستجاب الدعوات تھے، رمضان میں ہر رات ختمِ قرآن کرتے تھے۔"

از قلم: محمود کوثر عالیاوی

رمضان میں وقت کا صحیح استعمال

اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، ان میں سے ایک روزہ بھی ہے۔ اور یہ اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے۔ یہ مبارک مہینہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم نعمت اور روحانی تربیت کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ ہمیں صرف بھوکا پیاسا رہنے کا درس نہیں دیتا بلکہ وقت کی قدر، عبادت کی پابندی، اخلاقی اصلاح اور اللہ سے قرب حاصل کرنے کا بہترین موقع فراہم کرتا ہے۔ اگر ہم رمضان کے قیمتی لمحات کو صحیح طور پر استعمال کریں تو ہماری زندگی میں مثبت تبدیلی آسکتی ہے۔ اسی لیے رمضان میں وقت کے بہتر استعمال کی اہمیت اور اس کے فوائد کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔

وقت کی اہمیت:

یہ مہینہ جہاں ہمارے لئے بیشمار نعمتیں لاتا ہے ان میں سے ایک نعمت وقت کا صحیح استعمال ہے۔ یہ وقت ایک ایسا گوہر ہے جو انسانی ترقی کی راہ ہموار کرتا ہے، یہ وقت انسانی زندگی سے جڑی ایک انمول رتن ہے۔ اسی وقت کی قسم کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "والعصر" قسم ہے زمانے کی۔ گویا انسانی زندگی کی ساری حرکتیں وقت کے دائرے سے وابستہ ہیں، جہاں سیکنڈ منٹوں میں اور منٹ گھنٹوں میں تبدیل ہو کر دن کی تکمیل کرتا ہے اور اسی طرح دن اور رات کی آمد و رفت کے ساتھ ہفتہ، مہینہ اور پھر سال اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔ اور اسی طرح زندگی کا سفر ماہ و سال میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ وقت کا صحیح استعمال زندگی میں چار چاند لگاتا ہے، ترقیوں میں انقلاب برپا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان جن چیزوں میں سب سے زیادہ غفلت برتتا ہے وہ ہے وقت۔ صحیح بخاری کی روایت ہے حدیث کے راوی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ" (صحیح بخاری، کتاب الرقاق: 6412) کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ غفلت کے شکار ہوتے ہیں۔ ۱۔ **صحت** ۲۔ **فراغت**۔

لہٰذا ماہ مبارک جس کی ہر گھڑی بندۂ مومن کے لئے گوہر نایاب ہے اس کے ہر لمحات کو بہتر انداز میں گزارے

عبادت کے اوقات کی پابندی:

اس مبارک مہینہ میں عبادت کے لیے وقت کی پابندی نہایت اہم ہے۔ اسلام نے عبادت کو محض اعمال تک برقرار نہیں رکھا بلکہ ان کے لیے مخصوص اوقات مقرر کئے ہیں تاکہ بندۂ مومن وقت کی قدر و قیمت کو پہچانے، ان کے نظم و ضبط کو سیکھے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں کامل بندگی کا مظاہرہ کرے۔ قرآن و حدیث میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ عبادت کو اس کے مقررہ وقت پر ادا کیا جائے، خصوصاً رمضان جیسے بابرکت مہینے میں، جب ہر لمحہ قیمتی اور ہر عمل کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر نماز کے بارے میں واضح حکم دیا: ﴿إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا﴾ (سورۃ النساء: 103) یقیناً نماز مؤمنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ عبادت خصوصاً نماز کی اصل

روح وقت کی پابندی ہے۔ اسی طرح ماہ رمضان میں روزے کی عبادت وقت کی پابندی کی عملی تصویر ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا: ﴿وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود من الفجر﴾ (البقرة: 187)

یہ آیت روزے کے آغاز اور اختتام کے وقت کو واضح کرتی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں عبادت کا ہر عمل وقت سے جڑا ہوا ہے۔ اگر وقت کی پابندی نہ ہو تو روزے جیسی عظیم عبادت بھی درست نہیں۔ ایسے ہی احادیثِ نبویہ میں بھی وقت کی پابندی پر خاص زور دیا گیا ہے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے بہتر عمل کون سا ہے تو آپ نے فرمایا کہ: "اپنے وقت پر نماز پڑھنا"۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ: 527) یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ عبادت کی قبولیت میں وقت کا بڑا دخل ہے۔ جبکہ رمضان میں نفلی عبادات بھی عام دنوں کے عبادات سے کئی گنا زیادہ اجر رکھتی ہے، توان کی ادائیگی مقررہ وقت پر کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا مضبوط ذریعہ بنتا ہے۔

فضول مصروفیات سے بچنا:

ماہ رمضان محض بھوک اور پیاس کا نام نہیں بلکہ نفس کی تربیت، وقت کی قدر اور مقصد حیات کی تجدید کا مہینہ ہے۔ ایسے میں فضول اور لایعنی مصروفیات انسان کو اس عظیم مقصد سے غافل کر دیتی ہے جس کے لیے رمضان عطا کیا گیا ہے، اس لیے ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

اللہ تعالی قرآن کریم کے اندر ارشاد فرماتا ہے: ﴿یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ (البقرة : 183) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔

روزہ رکھنے میں انسان کے لیے دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی ہے۔

اس لیے جب آدمی اللہ تعالیٰ کے لیے صبح سے شام تک کھانے پینے اور مباشرت سے رک جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں مشغول کر دیتا ہے، تو یہ عبادت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ اگر روزہ رکھ کر بھی انسان اپنا وقت لغو باتوں، لایعنی مشاغل، غیر ضروری سوشل میڈیا، فضول مجلسوں اور بے مقصد گفتگو میں ضائع کرتا رہے تو روزے کا مقصد کمزور پڑ جاتا ہے۔

امام بیضاوی رحمہ اللہ "لعلکم تتقون" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: المعاصي فإن الصوم يكسر الشهوة التي هي مبدؤها كما قال عليه الصلاة والسلام"

(فعليه بالصوم فإنه له وجاء)

یعنی تقویٰ کا فائدہ یہ ہے کہ وہ گناہوں سے بچاتا ہے، کیونکہ روزہ اس خواہشِ نفس کو توڑ دیتا ہے جو گناہوں کی جڑ اور ابتدا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسے چاہیے کہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ اس کے لیے ڈھال (اور شہوت توڑنے والا) ہے"۔ (صحیح بخاری، کتاب النکاح:5065)

اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من لم يدع قول الزور والعمل به فليس للهِ حَاجَةٌ في أَن يدع طعامُه وشرابُه" (بخاری ، کتاب الصوم: 1903) اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور دغابازی کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

قرآن کریم میں اہل ایمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ ﴿والذين هم عن اللغو معرضون﴾ (المومنون: 3) یعنی وہ لوگ لغو اور فضول باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔ اسی لیے اسلاف رمضان میں غیر ضروری میل جول اور دنیاوی مشاغل کم کر دیتے تھے تاکہ دل پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں

قرآن اور دعا کا وقت نکالنا:

اس میں کوئی شک نہیں کہ رمضان المبارک قرآن کی تلاوت اور دعاؤں کا خصوصی مہینہ ہے۔ وہ اس لیے کہ اسی مہینے میں قرآن کا نزول ہوا۔ اس لیے اس مہینے میں قرآن کی تلاوت، فہم اور اس پر غور و تدبر کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان﴾ (البقرۃ:185)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ رمضان اور قرآن کا تعلق محض رسمی نہیں بلکہ ہدایت، رہنمائی اور حق و باطل میں فرق پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس لیے رمضان میں قرآن کے لیے باقاعدہ وقت نکالنا محض مستحب نہیں بلکہ روحِ رمضان کا تقاضا ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ دعا کو بھی رمضان میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ روزے کے احکام کے سیاق میں دعا کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ اشارہ دیا کہ وہ اس مہینے میں اپنے رب سے خاص تعلق قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وإذا سألك عبادي عني فاني قريب أجيب دعوة الداع إذا دعان﴾ (البقرۃ:186)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے بہت قریب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان میں دعا کا خاص اہتمام ہونا چاہیے کیونکہ روزہ میں خصوصی طور پر دعا قبول ہوتی ہے۔

اسی طرح دعا رمضان میں بندے کی عاجزی، محتاجی اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسے کا اظہار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الدعاء ھو العبادة" (سنن ابي داؤد، کتاب تفريع أبواب الوتر: 1479) تو جب دعا ہی عبادت ہے تو پھر رمضان جیسی عظیم عبادت کے مہینے میں دعا کے لیے وقت نہ نکالنا اس مہینے کی روح سے محرومی ہے۔ قرآن اور دعا رمضان میں بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق مضبوط کرتے ہیں۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور دعا بندے کی صدا، جب یہ دونوں یکجا ہو جائیں تو ایمان میں پختگی دل میں سکون اور عمل میں استقامت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے سلف صالحین رمضان میں اپنے معمولات کو کم کر کے قرآن اور دعا کو اپنی ترجیح بنا لیتے۔

روزمرہ کام کو عبادت بنانا:

اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ عبادت کو صرف مسجد، نماز اور تلاوت تک محدود نہیں رکھتا بلکہ زندگی کے ہر جائز عمل کو نیت کے ذریعے عبادت بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بات کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وما أمروا الا ليعبدوا اللّٰہ مخلصين لہ الدين﴾ (سورۃ بینۃ: 5) انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی نیت کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا: "إنما الأعمال بالنيات" کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (بخاری، کتاب بدء الوحي: 1) اس حدیث کی روشنی میں رمضان ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہم اپنے معمولات کو نئی اور درست نیت کے ساتھ انجام دیں۔ روزی کمانا اگر اس نیت سے ہو کہ اہل خانہ کو حلال رزق مہیا کیا جائے اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا جائے، تو یہ بھی ایک طرح کا صدقہ ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إنک لن تنفق نفقة تبتغي بھا وجہ اللّٰہ الا أجرتَ عليھا، حتی ما تجعل في فم امرأتک" (بخار، کتاب الإيمان: 56)۔ بے شک تو جو کچھ خرچ کرے اور اس سے تیری نیت اللہ کی رضا حاصل کرنی ہو تو تجھ کو اس کا ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ اس پر بھی جو (لقمہ) تو اپنی بیوی کے منھ میں ڈالے۔

ان جملہ احادیث میں جملہ اعمال کا دارومدار نیت پر بتلایا گیا۔ امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی بنا پر خطِ نفس بھی جب شریعت کے موافق ہو تو اس پر بھی ثواب ہے۔ (خطِ نفس: یعنی جو انسان کو کسی کام کی طرف مائل کرے)۔ چاہے وہ کام عبادت ہو یا دنیاوی معاملات۔ بشرطیکہ وہ شریعت کے موافق ہو۔

نفس کی اصلاح

رمضان المبارک جہاں ہمارے لیے بہت ساری تربیتیں مہیا کرتا ہے وہیں نفس کی اصلاح کی تربیت بھی کرتا ہے۔ قرآن مجید میں رمضان کے سیاق میں سب سے پہلے اسی چیز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يا ايھا الذين آمنوا کتب عليکم الصيام کما کتب على الذين من قبلکم لعلکم تتقون﴾ (البقرۃ: 183)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ روزہ محض بھوک و پیاس کا نام نہیں بلکہ نفس کو قابو میں لانے اور تقوی پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ نفس انسان کو خواہشات، غفلت اور گناہوں کی طرف مائل کرتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں نفس کی مختلف

حالتیں بیان ہوئی ہیں:

نفس امّارہ(برائی پر اکسانے والا): { إن النفس لامارة بالسوء} (يوسف: 53)

نفس لوّامہ(ملامت کرنے والا): { ولا أقسم بالنفس اللوّامة } (القيامة:2)

نفس مطمئنہ(اطمینان یافتہ): { ياايها النفس المطمئنة } (الفجر: 27)

روزہ نفس کی اصلاح کا سب سے موثر ہتھیار ہے، کیونکہ یہ انسان کی بنیادی خواہشات (کھانا، پینا، جنسی رغبت وغیرہ) کو ایک خاص وقت تک روک دیتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جسے بھی نکاح کرنے کیلئے مالی طاقت

ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے اور جو کوئی نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کی نفسانی خواہش کو توڑ دے گا"۔ (بخاری، کتاب النکاح:5066)

اسی طرح رمضان میں صرف ظاہری روزہ نہیں بلکہ اخلاقی اور روحانی ضبط بھی مطلوب ہے. جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا (روزے رکھ کر بھی) نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ (بخاری، کتاب الصوم: 1903)اس سے معلوم ہوا کہ نفس کی اصلاح کا تعلق زبان، آنکھ، کان اور دل سب سے ہے۔ اگر انسان روزہ رکھ کر بھی جھوٹ، غیبت، حسد اور بدنگاہی میں مبتلا رہے تو اس کا روزہ مقصد تربیت سے خالی ہو جاتا ہے۔

رات کا بہتر استعمال:

رمضان کی راتیں عام دنوں کی راتوں سے کئی گنا زیادہ افضل ہیں۔ اور ان راتوں کو عبادت کے لیے خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کی ہر رات قرآن کی تلاوت کثرت سے کیا کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ﴿وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَام يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ﴾ (بخاري، كتاب الصوم: 1902)

جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کی ہر رات میں ملتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے. اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ" (بخاری، کتاب فضائل القرآن: 4998) کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر سال ایک مرتبہ قرآن مجید کا دورہ کیا کرتے تھے لیکن جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو مرتبہ دورہ کیا۔

ایسے ہی ذکر و دعا بھی رات کے بہترین اعمال میں سے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کہ ہمارا پروردگار بلند برکت ہے ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں(بخاری، کتاب التھجد:1145)

رمضان کی راتوں میں استغفار اور محاسبہ نفس کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

قرآن کہتا ہے: ﴿وبالأسحارهم يستغفرون﴾ (الذاریات:18)یعنی نیک لوگ سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں۔ اس وقت انسان اپنے دن کے اعمال پر غور کرتا ہے یعنی لغزشوں پر ندامت کرتا ہے اور آئندہ کے لیے اصلاح کا عزم کرتا ہے جو نفس لوّامہ کی تربیت ہے۔

اسی طرح رمضان کی راتوں میں لیۃ القدر کی رات سب سے بڑا بابرکت ہے۔ کیونکہ اسی رات میں قرآن کا نزول ہوا تو جب قرآن کے نزول سے رات بابرکت ہوئی تو ظاہر ہے کہ اس کے پڑھنے والا بھی بابرکت ہی ہو گا۔ ﴿ليلة القدر خير من الف شهر﴾ (القدر: 3) کہ لیۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، تو جو شخص اس رات کو عبادت، دعا اور ذکر میں گزارتا ہے وہ ہزار مہینوں کی عبادت کا اجر و ثواب پاتا ہے۔ اس رات کی تلاش انسان کو پوری رمضان کی راتوں میں

عبادت پر آمادہ کرتی ہے، اور یہی راتوں کے بہتر استعمال کی عملی صورت ہے۔ جو شخص رمضان کی راتوں کو محض جاگنے کے بجائے عبادت میں مشغول رہتا ہے، وہ اپنے نفس کو غفلت سے نکال کر تقویٰ کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔

اور یہی رمضان میں رات کے بہتر استعمال کا حقیقی مقصد ہے۔

رمضان کے بعد اثر بر قرار رکھنا:

رمضان کے بعد اصل امتحان یہ ہے کہ انسان اپنی عبادت تقویٰ اور اخلاقی اصلاح کو برقرار رکھے۔ قرآن کریم نے واضح طور پر اس روزے کا مقصد بیان کیا ہے: ﴿لعلكم تتقون﴾ (البقرة :183) یعنی روزے اس لیے فرض کیے گئے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔ اگر رمضان کے ختم ہوتے ہی نماز میں سستی، گناہوں کی طرف

رجوع اور غفلت لوٹ آئے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم نے روزے کے مقصد کو صحیح طور پر سمجھا نہیں۔ رمضان میں انسان نفس پر قابو پانے کی مشق کرتا ہے۔ بھوک و پیاس اور خواہشات کو روک کر یہ سیکھتا ہے کہ حلال چیزوں سے بھی وقتی طور کیلئے رک جانا اللہ کے حکم پر ممکن ہے، تو حرام چیزوں سے رک جانا ان کے لیے تو ہمیشہ کیلئے ممکن ہونا چاہئیے۔ اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿واعبد ربك حتى يأتيك اليقين﴾ (الحجر: 99) یعنی اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں یقین (یعنی موت) آجائے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ عبادت کسی ایک مہینے تک محدود نہیں بلکہ پوری زندگی کا فریضہ ہے۔

اسی طرح رمضان کے بعد اثر برقرار رکھنے کی کی ایک علامت یہ ہے کہ انسان گناہوں سے نفرت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿المجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله﴾ (صحیح ابن حبان: 4624، اخرجہ في صحیحہ) حقیقی مجاہد وہ ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ تو جو شخص رمضان میں نیک ہو اور بعد میں وہی پورانی روش چھوڑ دے تو گویا اس نے رمضان کی روح کو ضائع کر دیا۔ اور جو شخص رمضان کے بعد بھی نماز، قرآن کی تلاوت، روزہ اور تقویٰ کو قائم رکھے، وہی حقیقت میں رمضان سے فائدہ اٹھانے والا ہے۔

خلاصہ:

یہ ہے کہ رمضان میں وقت کا صحیح استعمال دراصل ایمان کی مضبوطی کی علامت ہے۔ جو شخص اس مہینے میں وقت کی قدر کرتے ہوئے عبادت کے اوقات کی پابندی کرتا ہے، فضول مشاغل سے بچتا ہے، قرآن و دعا سے اپنے آپ کو تعلق جوڑتا ہے، اپنے روزمرہ کاموں کو شریعت کے موافق اچھی نیت کے ذریعے عبادت بناتا ہے، نفس کی اصلاح کرتا ہے اور رات کو بہتر طور پر استعمال کرتا ہے، وہ رمضان کے حقیقی مقصد کو پالیتا ہے۔ اصل کامیابی یہ ہے کہ یہ تربیت رمضان کے بعد بھی باقی رہے، تاکہ انسان کی زندگی ہمیشہ نیکی، نظم و ضبط اور اللہ کی رضا کے راستے پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اعمال کرنے اور اچھی سمجھ کی توفیق دے۔ آمین یارب العالمین۔

امام عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"مرحبا بمطهرنا من الذنوب"، یعنی "اے ہمارے گناہوں کے پاک کرنے والے مہینے! خوش آمدید۔"

از قلم:ابوارسلان محمد وسیم نجرانی

روزے کے اہم احکام ومسائل

روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک عظیم رکن ہے، جو انسان کے اندر تقویٰ، صبر اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے روزے سے متعلق نہایت حکیمانہ احکام ومسائل بیان فرمائے ہیں، تاکہ ہر مسلمان اپنی حالت کے مطابق اس عظیم عبادت کو درست طریقے سے ادا کرسکے۔ نیت، سحری، افطاری، کفارہ، سفر اور بیماری جیسے امور میں واضح رہنمائی دی گئی ہے، تاکہ دین میں آسانی اور سہولت برقرار رہے۔ زیرِنظر مضمون میں روزے کے انہی اہم احکام ومسائل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں سادہ اور عام فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے، تاکہ قارئین کے لیے عمل کرنا آسان ہو جائے۔

روزے کی نیت:

نیت کا مطلب دل سے کسی کام کے کرنے کا عزم و ارادہ کرنا ہے۔ یہ اصل میں دل کا عمل ہے، زبان سے نیت کرنا لازم نہیں، "نويت بصوم غد من شهر رمضان" جو بطورِ نیت پڑھے جاتے ہیں، یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اور نیت ایک ایسی چیز ہے جس کے بغیر کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں ہوتا، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے "عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما الاعمال بالنيات" عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، (صحیح بخاری ٦٦٨٩) اور روزہ بھی ایک عمل ہے لہٰذا اس کے لیے بھی نیت ضروری ہے، نیت سے متعلق کچھ مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: نیت کا وقت کیا ہے؟ نیت کا وقت مغرب کے بعد سے لے کر فجر تک ہے، اس کے بیچ کبھی بھی نیت کرسکتے ہیں، اگر کوئی انسان فجر کے بعد نیت کرنا چاہے تو فرض روزے میں نہیں کرسکتا، البتہ نفل روزے کی نیت دن کے وقت زوال سے پہلے کی جاسکتی ہے بشرطیکہ کچھ نہ کھایا ہو،

دوسرا مسئلہ: ایک ہی نیت سے پورے رمضان کے روزے رکھے جاسکتے ہیں؟

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، تاہم راجح قول کے مطابق ہر دن کی الگ نیت کرنا زیادہ محتاط ہے، سنن نسائی کی روایت ہے، "عن عبد الله بن عمر أنه كان يقول: لايصوم إلا من أجمع الصيام قبل الفجر" عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزہ صرف وہی رکھے جو فجر سے پہلے اس کی نیت کرلے، (سنن نسائی ٢٣٤٢)

سحری:

سحری وہ کھانا ہے جسے روزہ دار روزہ رکھنے کے لیے رات کے آخری حصے میں فجر سے پہلے کھاتا ہے، تاکہ روزہ رکھنے میں مدد ملے اور دن آسانی سے گزر جائے۔ سحری کھانا سنت مؤکدہ اور باعث برکت ہے، لہٰذا روزہ دار کو سحری کھا کر روزہ رکھنا چاہیے، صحیح بخاری کی روایت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تسحروا فإن في السحور بركة" سحری کرو یقیناً سحری میں برکت ہے, اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا"فصل ما بین صیامنا وصیام اہل الکتاب اکلۃ السحر" ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے, البتہ اگر کوئی شخص سحری کے وقت بیدار نہ ہو سکا تو وہ بغیر سحری کھائے روزہ رکھ لے۔ سحری کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے, اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ" اور کھاؤ پیو حتیٰ کہ تمہارے لیے فجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے,

افطاری:

افطاری کا مطلب ہے روزہ کھولنا یا روزہ افطار کرنا، افطاری بسم اللہ پڑھ کر کرنی چاہیے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے "عن عائشۃ رضي اللہ عنھا قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا أفطر قال: بسم اللہ" عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار فرماتے تو کہتے بسم اللہ۔ (صحیح بخاری ۵۳۸۳)

اور افطاری کرنے کی دعا "اللھم لک صمت وعلی رزقک أفطرت" جو عوام الناس میں بہت مشہور ہے، لیکن صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، اس لیے افطار بسم اللہ پڑھ کر کرنی چاہیے، اور افطاری کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے

ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الأجر إن شاء اللہ (سنن أبي داؤد ۲۳۵۷)

اگر میسر ہو تو کھجور سے افطار کرنی چاہیے جیسا کہ جامع ترمذی کی روایت ہے انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفطر علی رطبات قبل أن یصلي فإن لم تکن رطبات فعلی تمرات فإن لم تکن حسا حسوات من ماء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند تر کھجوریں کھا کر افطاری فرماتے، اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے افطاری فرماتے، اگر وہ بھی میسر نہ ہوتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔

اور افطاری کرنے کا وقت سورج غروب ہوتے ہی ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

"لایزال الناس بخیر ما عجل الفطر"

لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ جلدی افطاری کرتے رہیں گے۔ (صحیح بخاری ۱۹۵۷)

اور بلاوجہ تاخیر کرنا یہود و نصاری کا طریقہ ہے۔ سنن ابی داود کی روایت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لایزال الدین ظاہراً ما عجل الناس الفطر لأن الیھود والنصاری یؤخرون" دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے، کیونکہ یہود و نصاری تاخیر سے افطاری کرتے ہیں۔ (سنن أبي داؤد ۲۳۵۳)

کفارہ:

کفارہ لفظ تکفیر سے نکلا ہے، جس کا معنی ہے مٹانا یا ڈھانپنا۔

شریعت میں کفارہ اس خاص عمل یا ادائیگی کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کی تلافی کے طور پر واجب ہوتی ہے، تاکہ اس گناہ کا اثر ختم ہو جائے۔

اگر کوئی شخص رمضان میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، اور اس دن کی قضا واجب ہو گی، اور قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہو گا۔

اس کا کفارہ یہ ہے

۔ایک غلام آزاد کرنا، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنا،

اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے،

جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مشہور روایت ہے،

ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا

، یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔

آپ نے فرمایا: تمھیں کس چیز نے ہلاک کیا؟ اس نے عرض کیا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے آزاد کر سکو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم دو مہینے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ آپ نے فرمایا: تمھیں کس چیز نے ہلاک کیا؟

اس نے عرض کیا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے ہمبستری کر لی۔

آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے آزاد کر سکو؟

اس نے کہا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا تم دو مہینے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟

اس نے کہا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟

اس نے کہا: نہیں۔ وہ آدمی بیٹھ گیا۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکری کھجوروں کا لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ کر دو۔ اس نے کہا: نہیں۔

وہ آدمی بیٹھ گیا۔

اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکری کھجوروں کا لایا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صدقہ کر دو۔

اس نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم سے بھی زیادہ کوئی غریب ہے؟ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان ہمارے گھر والوں سے زیادہ غریب کوئی نہیں ہے۔

یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا: یہ اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو۔ (بخاری ۱۹۳۶، مسلم ۱۱۱۱) یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔

پھر فرمایا: یہ اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دو۔ (بخاری ۱۹۳۶، مسلم ۱۱۱۱)

اگر جماع کرنے میں عورت کی رضامندی شامل نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہے تو اس پر کفارہ نہیں ہے، اور اس کا روزہ بھی فاسد نہیں ہو گا، جیسا کہ سنن ابن ماجہ کی روایت ہے جسے امام البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے، راوی حدیث ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ، وَالنِّسْيَانَ، وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ بے شک اللہ تعالی نے میری امت کے لیے خطا، بھول چوک، اور وہ کام جن پر انہیں مجبور کیا جائے، معاف فرمادئے ہیں، (سنن ابن ماجہ ۲۰۴۵)

ابن باز رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عورت کے ساتھ زبردستی کی گئی تو عورت پر کچھ نہیں ہو گا، اور اس کا روزہ بھی صحیح ہو گا، (مجموع فتاوی ابن باز ۱۵/۳۱۰)

البتہ جماع کرنے میں مرد و عورت دونوں کی رضامندی شامل ہو تو فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔

حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک دونوں پر قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہے۔

شافعیہ کے نزدیک مرد پر قضا کے ساتھ کفارہ واجب ہے، جبکہ عورت پر صرف قضا واجب ہے، کفارہ نہیں۔

البتہ راجح قول وہ ہے جس کو جمہور علماء نے اختیار کیا ہے کہ مرد و عورت دونوں پر قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہو گا،

سفر میں روزہ:

اللہ تعالیٰ نے مسافروں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا

۔ فَمَن كَانَ مِنكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ

۔ تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔(البقرہ ۱۸۴)

اس آیتِ کریمہ سے واضح ہے کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی شرعی اجازت ہے، لیکن مسافر کو اختیار ہے چاہے تو روزہ رکھے اور چاہے تو نہ رکھے۔

جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے، حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ! میں سفر میں روزہ رکھ لیا کرتا ہوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ(صحیح بخاري۱۹۴۳، صحیح مسلم ۱۱۲۱)(چاہو تو روزہ رکھو اور چاہو تو چھوڑ دو)

معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنا بھی جائز ہے اور چھوڑنا بھی۔ اگر روزہ مشقت والا ہو تو چھوڑنا بہتر ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جس پر سایا کیا جا رہا تھا، وہ روزے سے تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں(صحیح بخاري۱۹۴۶، صحیح مسلم ۱۱۱۵)

البتہ اگر روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سخت گرمی میں سفر میں تھے، ہم میں سے کوئی روزہ نہیں رکھے ہوئے تھا، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے۔(صحیح بخاری ۱۹۴۵)

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مسافر کو اگر روزہ رکھنے میں آسانی ہو تو رکھ لے، اور اگر مشقت ہو تو چھوڑ دے اور بعد میں قضا کرلے۔ شریعت نے اس میں مکمل اختیار دیا ہے،

مریض کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے جس طرح مسافر کو روزہ چھوڑنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح مریضوں کو بھی اجازت دی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے۔(البقرہ ۱۸۴)

بیماری کو فقہاء نے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

عارضی بیماری: یعنی ایسی بیماری جس کے ٹھیک ہونے کی امید ہو، جیسے بخار، کمزوری، آپریشن وغیرہ۔ عارضی بیماری:

یعنی ایسی بیماری جس کے ٹھیک ہونے کی امید ہو، جیسے بخار، کمزوری، آپریشن وغیرہ۔

اس کا حکم یہ ہے کہ مریض روزہ چھوڑ دے اور بعد میں قضا کر لے۔

دائمی بیماری: یعنی ایسی بیماری جس میں صحت یابی کی امید نہ ہو، جیسے بڑھاپا، کینسر، گردوں کے مریض وغیرہ۔ دائمی بیماری:

یعنی ایسی بیماری جس میں صحت یابی کی امید نہ ہو، جیسے بڑھاپا، کینسر، گردوں کے مریض وغیرہ۔

اس کا حکم یہ ہے کہ مریض روزہ چھوڑ دے اور ہر روزے کے بدلے فدیہ دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ-اور جو اس کی طاقت نہیں رکھتے، ان پر ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔(البقرہ ۱۸۴)

خلاصہ کلام:

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام ایک آسان اور معتدل دین ہے، جس میں ہر انسان کی مجبوری اور حالت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ روزے کی نیت سے لے کر سحری و افطاری کے آداب، کفارے کے احکام، مسافر اور مریض کے لیے رخصتیں—یہ سب شریعت کی رحمت اور حکمت کی روشن مثالیں ہیں۔ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان احکام کو صحیح طور پر سمجھے اور اپنی عملی زندگی میں نافذ کرے، تاکہ اس کا روزہ محض بھوک پیاس کا نام نہ رہے بلکہ تقویٰ اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں روزے کے صحیح آداب کے ساتھ اس عظیم عبادت کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک عالی مقام فقیہ اور بلند پایہ محدث تھے۔ علم کی نشر واشاعت میں ہمہ وقت لگے رہتے تھے، لیکن اس کے باوجود تلاوتِ قرآن بکثرت کرتے تھے، اور رمضان المبارک میں یہ معمول بڑھ جاتا تھا کہ دن کو ایک ختم اور رات کو دوسرا ختم کرتے تھے، اس طرح ماہِ مبارک میں ساٹھ (۶۰) مرتبہ ختمِ قرآن کرتے تھے، جیساکہ ربیع بن سلیمان کہتے ہیں:

’’كان الشافعيؒ يختم في كل ليلة ختمة، فإذا كان في شهر رمضان ختم في كل ليلة منها ختمة وفي كل يوم ختمة، فكان يختم في شهر رمضان ستين ختمة۔‘‘ (۔تاریخ دمشق لابن عساکر، (۳۹۲/۵۱)، الناشر: دار الفکر۔ بیروت، ط:۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۵م)

ترجمہ: ’’امام شافعیؒ ہر رات ختمِ قرآن کرتے تھے، اور جب رمضان ہوتا تو رات کو ایک ختم اور دن کو دوسرا ختمِ قرآن کرتے تھے، لہٰذا ماہِ رمضان میں ساٹھ (۶۰) ختمِ قرآن کرتے تھے۔‘‘

افطار کے احکام و مسائل

روزہ محض بھوک اور پیاس کا نام نہیں بلکہ تزکیۂ نفس، ضبطِ خواہشات، اعتدال، تقویٰ اور غرباء و مساکین سے ہمدردی پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ روزے کی ابتداء سحری سے ہوتی ہے اور اس کا اختتام افطار پر ہوتا ہے۔ جس طرح سحری کے آداب و مسائل ہیں، اسی طرح افطار کے بھی متعدد شرعی، اور فقہی مسائل ہیں، جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے نہایت ضروری ہے۔

افطار کا لغوی معنی

توڑنا، ختم کرنا، دن بھر روزہ رکھنے کے بعد مغرب کے وقت کچھ کھانا

افطار کا اصطلاحی معنی:

"حُصُولُ ما يَصِيرُ بِهِ الصّائِمُ مُفْطِراً حَقِيقَةً أو حُكْمًا"

"ایسی چیز کا حاصل ہونا جس کے ذریعے روزہ دار حقیقتاً یا حکماً مفطر (روزہ توڑنے والا) ہو جائے۔"

وضاحت: افطار سے مراد ایسی چیز کا حاصل ہونا ہے جس کے ذریعے روزہ دار کا روزہ حقیقتاً ختم ہو جائے، جیسے حسی مفطرات میں سے کسی چیز کا استعمال کرنا، مثلاً کھانا، پینا، جماع وغیرہ؛

یا حکماً روزہ ختم ہو جائے، اور وہ اس طرح کہ روزے کی نیت توڑ دی جائے، یا افطار کا وقت داخل ہو جائے۔

چنانچہ ان صورتوں میں وہ شرعاً مفطرین کے حکم میں آ جاتا ہے، اگرچہ اس نے حقیقت میں نہ کچھ کھایا ہو اور نہ پیا ہو۔

افطار کا وقت:

غروبِ آفتاب کے بعد سے افطار کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا، وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا، وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ".

جب رات اس طرف (مشرق) سے آئے اور دن ادھر مغرب میں چلا جائے کہ سورج ڈوب جائے تو روزہ کے افطار کا وقت آ گیا۔ [صحیح البخاري/كتاب الصوم/حدیث:1954]

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ حِينَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ

اور جب سورج کی ٹکیہ ڈوب گئی تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روزہ افطار کر لیا[رواه البخاري معلقا/كتاب الصوم/حديث:1954](اس اثر کو سعید بن منصور اور ابن شیبہ نے وصل کیا ہے)

افطار میں تعجیل:

افطار میں تعجیل سراپا خیر کا باعث ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ-لوگ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہیں گے جب تک روزہ جلد افطار کرتے رہیں گے۔" [صحیح مسلم/كتاب الصيام/حديث:2554]

نیز اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تعجیل کا حکم بھی دیا ہے۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد گرامی عجِّلُوا الإفطارَ، وأخِّرُوا السُّحورَ افطار میں جلدی کرو اور سحری میں تاخیر

۔

تعجیل افطار کے فوائد اور اس کی حکمتیں

۱۔ افطار میں جلدی کرنا اہل اسلام کا شعار ہے۔

۲۔ اس میں سنت رسول سے محبت اور اس کی اتباع و محافظت ہے۔

۳۔ امت کی خیر و بھلائی کا باعث ہے۔

۴۔ اس میں آسانی اور تیسیر ہے۔

۵۔ اس میں یہود و نصاریٰ کی مخالفت ہے۔

۶۔ اس میں روزے داروں کے ساتھ رفق و نرمی ہے۔

افطار کے وقت دعائیں کرنا:

روزہ کھولنے کا وقت دعا کی قبولیت کا وقت ہے اس لئے اس موقع پر اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے خیر و برکت اور ضرورت پوری ہونے کی دعا کرنی چاہیے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین لوگ ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی: ان میں سے ایک الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ (روزہ دار ہے، جب تک کہ وہ روزہ نہ کھول لے)[سنن ترمذي/كتاب الدعوات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم/حديث:3598]

نیز فرمایا:" إِنَّ لِلَّهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عُتَقَاءَ، وَذَلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ.

اللہ تعالٰی ہر افطار کے وقت کچھ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور (یہ رمضان کی) ہر رات کو ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ / کتاب الصیام / حدیث: 1643 حسن صحیح)

نوٹ: افطار کے وقت دعا سے مقصود قبل از افطار اور بعد دونوں ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ: ۳۰ / ۹)

کن چیزوں سے افطار کیا جائے؟

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلَى تَمَرَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (مغرب) پڑھنے سے پہلے چند تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے، اگر تازہ کھجوریں نہ ملتیں تو خشک کھجوروں سے افطار کر لیتے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ مل پاتیں تو چند گھونٹ پانی نوش فرما لیتے۔ {سنن ابي داود/ كتاب الصيام /حديث: 2356سنن الترمذی/الصوم (696) قال الشيخ الألباني: حسن صحيح}

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تازہ کھجور یا پھر خشک کھجور اور اگر یہ دونوں میسر نہ ہوں تو پھر پانی سے افطار کرنا چاہیے۔

افطار کی دعا

افطار کے وقت کوئی خاص دعا منقول نہیں اس لیے بسم اللہ پڑھ کر افطار کیا جائے اس کے بعد یہ دعا پڑھی جائے جو صحیح حدیث سے ثابت ہے

" ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ ".

پیاس ختم ہو گئی، رگیں تر ہو گئیں، اور اگر اللہ نے چاہا تو ثواب مل گیا“۔ [سنن ابي داود / کتاب الصیام / حدیث:2357 / حسن]

افطاری کے آداب

افطار کا لمحہ شکر و ادب کا حسین امتزاج ہے۔ اس کی ابتدا بسم اللہ سے کی جائے، داہنے ہاتھ سے اور اگر میسر ہو تو کھجور کے ذریعے افطار کیا جائے۔ کھانے میں اعتدال، انداز میں وقار اور سنت کی پاسداری ملحوظ رہے۔ اپنے سامنے سے کھانا، ٹیک لگا کر نہ کھانا، کھانے میں پھونکنے سے اجتناب اور گرے ہوئے لقمے کو اٹھا لینا حسنِ تہذیب کی علامت ہے۔ کھانے میں عیب جوئی سے پرہیز کیا جائے اور اختتام پر ربِ کریم کی حمد و ثنا اور مسنون دعا کے ذریعے شکر ادا کیا جائے۔

افطار کے متعلق چند اہم باتیں

• اگر کسی کے پاس کھانے پینے کی اشیاء میں سے کچھ بھی نہ ہو یا کسی وجہ سے نہیں کھا سکتا تو اس کے لیے نیت ہی کافی ہے۔

• غروبِ آفتاب کے بعد قبل از افطار جماع کرنے سے روزے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

• حالت جنابت میں سحری طرح افطار بھی کیا جا سکتا ہے۔

• افطار کے وقت مسجد میں داخل ہوں تو کھڑے کھڑے کچھ کھا پی کر تحیۃ المسجد ادا کرے کیوں کہ افطار شکم سیر ہونے کا نام نہیں ہے۔

• افطار کے لیے کوئی خاص جگہ متعین نہیں حالات وظروف کے اعتبار سے مسجد یا گھر کا انتخاب کرنا چاہئے۔

• تالیف قلب یا دعوت الی اللہ کی غرض سے غیر مسلم کو افطار میں شریک کرنا مشروع ہے۔

• اگر کوئی عذر شرعی یا مانع نہ ہو تو دعوت افطار میں شریک ہونا واجب ہے۔

• افطار کرتے ہوئے اذان کا جواب دینا مشروع ہے۔

• افطار سے چند لمحے پہلے دم حیض آجائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی قضا کرنی ہوگی۔

• بغیر وضو افطار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تنبیہات:

• افطار کے وقت عام طور پر درج ذیل کاموں سے بچنا ضروری ہے کیونکہ یہ اسلامی تعلیمات کی روح کے منافی ہیں۔

• احتیاط کے نام پر تاخیر سے افطار کرنا: حالانکہ اللہ کے حبیب نے تعجیل افطار کو خیر وبرکت کا باعث قرار دیا ہے۔

• اسراف (فضول خرچی): ضرورت سے زیادہ کھانے پینے کی چیزیں تیار کرنا اور پھر انہیں ضائع کرنا گناہ ہے۔ قرآن مجید میں فضول خرچی کرنے والوں کو "شیطان کے بھائی" کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ [سورة الاسراء: 27]-

• غیر مشروع مال سے افطار کرنا یا کرانا:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا (مسلم: 1015)

• **نمائش اور ریاکاری:** محض لوگوں کو دکھانے کے لیے بڑی بڑی افطار پارٹیاں کرنا جس میں غریبوں کے بجائے صرف امیروں کو بلایا جائے، ناپسندیدہ عمل ہی نہیں بلکہ گناہ کا سبب بھی ہے۔

• **نمازِ مغرب میں تاخیر:** افطار کے کھانے میں اتنا مشغول ہو جانا کہ مغرب کی نماز قضا ہو جائے یا جماعت نکل جائے، ایک بڑی محرومی ہے۔

• **دوسروں کا حق مارنا:** دستر خوان پر اس طرح ٹوٹ پڑنا کہ دوسرے ساتھیوں یا ضرورت مندوں کا خیال نہ رہے، یہ کسی مومن کا شیوہ نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے: وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (سورة الحشر: 9)

• **غیبت و چغل خوری:** افطار کے وقت کسی کی غیبت یا چغل خوری کرنا۔ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا (حجرات:12)

نیز فرمان نبوی ہے: "مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ ".

(بخاری:1903)

جو شخص جھوٹ اور برے کام نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں دین سیکھنے، سمجھنے اور اس پر عمل درآمد ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ کی دعا

وہ دعا کیا کرتے تھے:

"اللهم سلمني إلى رمضان، وسلم لي رمضان، وتسلمه مني متقبلا"

"اے اللہ! مجھے رمضان تک سلامتی کے ساتھ پہنچا دے، اور رمضان کو میرے لیے سلامت رکھ، اور اسے مجھ سے قبول فرما۔"

حوالہ: اقوال السلف فی رمضان

از قلم: ضیاء الحق سلفی

کیا سلف نے تراویح آخرِ شب میں پڑھی ہے؟

نمازِ تراویح رمضان المبارک کی ان عظیم عبادات میں سے ہے جن پر امتِ مسلمہ کا عملی اجماع چلا آ رہا ہے، نبی کریم ﷺ نے اس کی بنیاد رکھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو منظم صورت دی، اور سلف صالحین نے اسی منہج کو نسل در نسل منتقل کیا، اگرچہ تراویح کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں، تاہم اس کے وقت کے مسئلے پر بعض ادوار میں مختلف آراء سامنے آئی ہیں، اس مضمون کا مقصد یہ ہے کہ تراویح کے وقت کو نبی ﷺ کے عمل، صحابہ کے فہم، سلف صالحین کے تعامل اور فقہائے امت کی تصریحات کی روشنی میں مسئلہ ھذا کو واضح کیا جائے۔

1. تراویح کی لغوی و اصطلاحی تعریف

لغوی اعتبار سے تراویح، عربی لفظ ترویحۃ کی جمع ہے، جس کا مادہ (روح) ہے، اور اس کے معنی آرام، راحت اور سکون کے ہیں، عرب اہلِ زبان کے نزدیک تراویح اس نماز کو کہا جاتا ہے جس میں ہر چار رکعات کے بعد کچھ دیر آرام کیا جائے۔[1]

اصطلاحی طور پر فقہاء نے تراویح کی تعریف ہی اس انداز میں کی ہے کہ وہ رمضان المبارک میں عشاء کے بعد ادا کی جانے والی قیام اللیل ہے، امام ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تراویح رمضان میں عشاء کے بعد پڑھی جانے والی سنتِ مؤکدہ نماز ہے۔[2] امام نووی رحمہ اللہ بھی اسی تعریف کو اختیار کرتے ہیں۔[3]

یہ امر قابلِ غور ہے کہ فقہی تعریفات میں تراویح کو آخرِ شب سے نہیں بلکہ صراحت کے ساتھ عشاء کے بعد سے متعلق کیا گیا ہے۔

2. نبی کریم ﷺ کا عملی منہج

نبی کریم ﷺ سے رمضان میں قیام اللیل کا جو عمل ثابت ہے، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی معروف روایت میں محفوظ ہے، اس حدیث کے مطابق نبی ﷺ نے رمضان کی چند راتوں میں مسجد میں جماعت کے ساتھ قیام فرمایا، پھر اس اندیشے سے جماعت ترک فرما دی کہ کہیں یہ امت پر فرض نہ کر دی جائے۔[4]

اس حدیث کے سیاق و سباق سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کا یہ قیام عشاء کے بعد تھا، جماعت کے ساتھ قیام چند ابتدائی راتوں میں ہوا، آخرِ شب میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھانے کا کوئی صریح یا ضمنی ثبوت موجود نہیں ہے۔

اگر آخرِ شب میں تراویح افضل یا مسنون ہوتی، تو نبی کریم ﷺ ضرور اس کی عملی ترغیب دیتے، کیونکہ آپ ﷺ خیر کے سب سے زیادہ خواہش مند تھے۔

3. خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کا تعامل

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں تراویح کو باقاعدہ جماعت کے ساتھ منظم کیا گیا، اور یہ عمل پورے مدینہ میں صحابہ کے سامنے انجام پایا، عبد الرحمن بن عبد القاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ "لوگ رمضان میں رات کے ابتدائی حصے میں قیام کرتے تھے۔"[5]

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمومی اور غالب معمول تراویح کو اوّلِ شب، یعنی عشاء کے بعد ادا کرنے کا تھا، اگر تراویح کو آخرِ شب میں مؤخر کرنا افضل ہوتا، تو صحابہ کرام ضرور اس کو اختیار کرتے، خصوصاً ایسے دور میں جب پوری امت ایک امام کے پیچھے جمع تھی۔

4. تابعین اور سلف صالحین کی روش

تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی تراویح کے وقت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، نافع رحمہ اللہ، عروہ بن زبیر رحمہ اللہ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ جیسے اکابر تابعین کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کا قیام اوّلِ شب ہی میں ادا کیا جاتا تھا۔[6]

یہ مسلسل اور متواتر عملی سلسلہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ سلف صالحین نے تراویح کو آخرِ شب میں منتقل کرنے کو نہ افضل سمجھا اور نہ اس پر عمل کیا۔

5. فقہائے امت کی تصریحات

فقہائے کرام نے اپنے فقہی اور حدیثی ذخیرے میں اس مسئلے کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین سے تراویح کو آخرِ شب میں مؤخر کرنا منقول نہیں۔[7]

حنابلہ، شوافع اور دیگر فقہی مذاہب کے اکابر نے تصریح کی ہے کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہے، اور رات کے ابتدائی حصے میں اس کا ادا کرنا زیادہ افضل ہے۔[8]

شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ بھی یہی واضح کرتے ہیں کہ اہلِ علم کے نزدیک تراویح رمضان کے اوّلِ شب کے قیام پر بولی جاتی ہے۔[9]

6. امت کا تعامل اور دین میں آسانی کا اصول

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہ اصولی قول نہایت اہم ہے کہ "مجھے مسلمانوں کی سنت زیادہ محبوب ہے۔"[10]

امت کا مسلسل اور متوارث عمل بذاتِ خود ایک مضبوط شرعی دلیل ہے، اور امت کا تعامل ہمیشہ عشاء کے بعد تراویح پر رہا ہے، مزید برآں نبی کریم ﷺ نے دین کے آسان ہونے کا اصول بیان فرمایا،[11] اور اہلِ علم نے وضاحت کی ہے کہ تراویح میں غیر ضروری تاخیر بہت سے لوگوں کے لیے مشقت اور محرومی کا سبب بن سکتی ہے۔[12]

مذکورہ دلائل، آثار اور اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تراویح کا مسنون اور افضل وقت عشاء کے فوراً بعد ہے، نبی کریم ﷺ، خلفائے راشدین اور سلف صالحین سے آخرِ شب میں تراویح کو مستقل طور پر ادا کرنے کا کوئی ثبوت نہیں، امت کا عملی تواتر اور فقہائے کرام کی تصریحات اسی موقف کی تائید کرتی ہیں۔

عوامی مصلحت، اجتماعیت اور دین کی آسانی کا تقاضا بھی یہی ہے، لہٰذا تراویح کو عشاء کے بعد ادا کرنا ہی سلف صالحین کا طریقہ اور راجح موقف ہے۔

واللہ أعلم بالصواب

حوالہ جات

لسان العرب، ابن منظور، ج2، ص462

المغنی، ابن قدامہ، ج2، ص166

المجموع، امام نووی، ج3، ص526

صحیح البخاری، حدیث:1129

صحیح البخاری، حدیث:2010

مختصر قیام اللیل، مروزی، ص225–232

فتح الباری، ابن حجر، ج4، ص250

کشاف القناع، ج1، ص426؛ فتح المعین، ج1، ص265

مجموع فتاوی ابن باز، ج11، ص318

مسائل ابی داود، ص90

صحیح البخاری، حدیث:39

بدائع الفوائد، ابن قیم، ج4، ص110

نوٹ: طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے متن کو نہیں لکھا ہے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے۔

کثرتِ تلاوت سے متعلق ضروری وضاحت

کثرتِ تلاوت سے متعلق دو باتوں کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے

(الف) بعض احادیث میں تین دنوں سے کم میں قرآن پاک ختم کرنے سے ممانعت آئی ہے۔(۔: صحیح البخاري، کتاب الصوم ، باب صوم یوم وإفطار یوم، (۴۰/۳)، رقم الحدیث:۱۹۷۸)

لیکن حضرات فقہائے کرام اور ائمہ محدثین نے قرآن پاک کی عمومی آیات اور دیگر احادیث وآثار وغیرہ پر نظر کرتے ہوئے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ ممانعت مطلقاً عدمِ جواز کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس صورت میں ہے کہ اگر زیادہ تیز تلاوت کرنے سے الفاظ کی ادائیگی درست طریقے سے نہ ہوتی ہو یا غفلت سے تلاوت کی جائے وغیرہ۔ لیکن اگر تلفظ کی درستگی اور تجوید کا لحاظ رکھتے ہوئے، شوق ونشاط کے ساتھ تین دنوں سے کم میں ختمِ قرآن کیا جائے تو یہ ممنوع نہیں ہوگا۔(البرہان في علوم القرآن للزرکشي، (۴۷۱/۱)، الناشر: دار إحیاء الکتب العربیۃ، مصر) چنانچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تین دنوں سے کم میں ختمِ قرآن کرتے تھے، چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

"وأما الذین ختموا القرآن في رکعۃ، فلا یحصون لکثرتھم، فمنھم عثمان بن عفان وتمیم الداري۔"(۔الأذکار للنووي، (ص:۱۰۲)، الناشر: دار الفکر- بیروت، ط:۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴م)

ترجمہ: "اور جن لوگوں نے ایک رکعت میں ختمِ قرآن کیا ہے، زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ ان میں سے حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت تمیم داریؓ بھی ہیں۔"

ابو فریحہ مقیم الریاضی

لیلۃ القدر کی فضیلت اور اس کی اہمیت

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی اہمیت اِس لیے بھی زیادہ ہے کہ اسی عشرہ میں وہ عظیم الشان رات آتی ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ یہی وہ بابرکت رات ہے جسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے، جس میں قرآنِ مجید کا نزول ہوا اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پوری ایک سورت نازل فرمائی۔

اسی عشرہ میں رسول اللہ ﷺ عبادتوں کا خوب اہتمام فرمایا کرتے تھے؛ آپ ﷺ کمرِ ہمت باندھ لیتے، راتوں کو جاگ کر عبادت کرتے، اپنے اہلِ خانہ کو بھی بیدار فرماتے اور دنیاوی مشاغل سے کنارہ کش ہو کر اعتکاف کا اہتمام کرتے تھے۔

یہ عشرہ دراصل مغفرت، نجات اور قربِ الٰہی حاصل کرنے کا سنہری موقع ہے، جس میں دعا کی قبولیت کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور گناہوں سے چھٹکارے کی امید بڑھ جاتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ان قیمتی راتوں کو غفلت میں گزارنے کے بجائے نماز، تلاوتِ قرآن، ذکر و اذکار، توبہ و استغفار اور دعا میں مشغول رہتے ہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ انہی راتوں میں انسان کی تقدیر سنور جائے اور اللہ کی دائمی رضا حاصل ہو جائے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: {إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ. تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ. سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ} القدر 1-5 { بے شک ہم نے اس (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس رات فرشتے اور روحُ الامین اپنے رب کے حکم سے ہر حکم لے کر نازل ہوتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی والی ہوتی ہے، طلوعِ فجر تک۔"

ان آیاتِ مبارکہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر کی عبادت ہزار مہینوں، یعنی تراسی سال اور چار مہینوں کی عبادت سے بھی افضل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر عظیم فضل اور بے مثال احسان ہے کہ وہ محض ایک رات کی عبادت پر اتنا بڑا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے، جو عام حالات میں انسان کی پوری عمر کی عبادت کے برابر یا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

لہٰذا اہلِ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بالخصوص لیلۃ القدر کی تلاش میں عبادت، تلاوتِ قرآن، ذکر و اذکار، دعا اور استغفار میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہیں، تاکہ اس عظیم رات کی برکت اور اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔ (مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ[صحیح البخاری:2014، صحیح مسلم:760] جو شخص ایمان کے ساتھ اور طلبِ اجر و ثواب کی خاطر لیلۃ القدر کا قیام کرے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ جب اکیسویں (21) رات آتی تو آپ ﷺ اور آپ کے ساتھ اعتکاف کرنے والے لوگ اپنے گھر واپس چلے جاتے تھے۔ پھر ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جب اکیسویں

رات آئی تو آپ ﷺ اعتکاف ہی میں رہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے خطاب فرمایا اور انہیں وہ احکام دیے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

(كُنْتُ أُجَاوِرُ هٰذِهِ الْعَشْرَ،ثُمَّ قَدْ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هٰذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ ،فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ،وَقَدْ أُرِيتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا،فَابْتَغُوهَا فِي الْعَشْرِ الأَوَاخِرِ،وَابْتَغُوهَا فِي كُلِّ وِتْرٍ،وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ)

ترجمہ: میں یہ درمیانہ عشرہ اعتکاف میں گزارتا تھا، پھر مجھے یہ مناسب لگا کہ میں یہ آخری عشرہ اعتکاف میں بیٹھوں۔ لہٰذا جو شخص میرے ساتھ اعتکاف میں تھا وہ اپنی جائے اعتکاف میں ہی رہے اور مجھے یہ رات (لیلۃ القدر) خواب میں دکھلائی گئی تھی پھر وہ مجھے بھلا دی گئی۔ لہٰذا اب تم اسے آخری عشرہ میں تلاش کرو اور اس کی طاق راتوں میں اسے پانے کی کوشش کرو اور میں نے اپنے آپ کو (خواب میں) دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔"

چنانچہ اُس (اکیسویں) رات میں تیز بارش ہوئی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز پر بھی چھت سے پانی کے قطرے گرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کے وقت نماز سے فارغ ہوئے تو میری آنکھوں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر پانی اور مٹی کے آثار نمایاں تھے (صحیح البخاری:2016، صحیح مسلم:1167).

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں رسول اللہ ﷺ کو اس مبارک رات کی تعیین بتا دی گئی تھی، پھر وہ آپ ﷺ کو بھلا دی گئی۔ دوسری حدیث میں اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب آپ ﷺ صحابہ کرامؓ کو آگاہ کرنے آئے تو دو مسلمانوں کو آپس میں جھگڑتے دیکھا، اسی وقت اس رات کی تعیین آپ ﷺ کے ذہن سے اٹھالی گئی۔ (صحیح البخاری:2023)

غالباً اس میں یہ حکمت ہے کہ بندے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ عبادت کریں۔ (واللہ اعلم۔)

ٹھیک اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات میں آتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اُس سال جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا کہ لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا جائے' یہ مبارک رات اکیسویں رات میں آئی تھی۔ اسی طرح اِس حدیث سے لیلۃ القدر کی ایک نشانی یہ بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ ہے بارش کا نازل ہونا۔ یہ نشانی ایک اور حدیث میں بھی بیان کی گئی ہے جس میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا ،وَأَرَانِي صُبْحَهَا أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ)) مجھے لیلۃ القدر دکھلائی گئی پھر مجھے بھلا دی گئی اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اس کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تیئیسویں رات میں ہم پر بارش نازل ہوئی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو آپ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور مٹی کے آثار نمایاں تھے۔ (صحیح مسلم:1168)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ لیلۃ القدر رمضان کی آخری سات راتوں میں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ،فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُتَحَرِّيَهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ)) (صحيح البخاري:2015،صحیح مسلم :1165)

ترجمہ: میں سمجھتا ہوں کہ تمھارے خواب متفق ہیں اس بات پر کہ یہ رات آخری سات راتوں میں ہے۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص اِس رات کو پانا چاہے تو وہ اسے آخری سات راتوں میں پانے کی کوشش کرے۔

یہ دونوں احادیث اور ان کے علاوہ دیگر کئی احادیث اِس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ تاہم بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان طاق راتوں میں سے ستائیسویں رات میں اِس رات کے آنے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ چنانچہ زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص سال بھر قیام کرے وہی لیلۃ القدر کو پا سکتا ہے! تو انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، شاید ان کا مقصد یہ ہو گا کہ لوگ کسی ایک رات پر ہی بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں۔ ورنہ انھیں یقینا معلوم ہے کہ یہ رات رمضان میں آتی ہے اور آخری عشرہ میں آتی ہے اور ستائیسویں رات کو آتی ہے۔ پھر انھوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ یہ ستائیسویں رات کو ہی آتی ہے۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کس طرح یہ بات یقین سے کر رہے ہیں؟ تو انھوں نے کہا: میں یہ بات اُس نشانی کی بناء پر کہہ رہا ہوں جس کے بارے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ کیا تھا کہ اس رات کے گزرنے کے بعد سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: الصیام باب فضل لیلۃ القدر)، جبکہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا: ((لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ)) لیلۃ القدر ستائیسویں رات کو ہوتی ہے (سنن أبي داود:1386۔ وصححہ الألبانی)

بہر حال اگر اِس موضوع پر تمام احادیث کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر کو پانے کی کوشش آخری عشرہ کی تمام طاق راتوں میں کرنی چاہئے، خاص طور پر ستائیسویں رات میں اور ان راتوں میں یہ دعا کثرت سے پڑھنی چاہئے:

((اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي) اے اللہ! بے شک تو بہت معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا مجھے بھی معاف کردے۔ (سنن ابن ماجه 3850، کتاب الدعاء - باب : الدعاء بالعفو والعافية).

کیوں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو میں اُس میں کیا پڑھوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہی دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی قدر و منزلت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اخلاص کے ساتھ قیام، صیام، تلاوتِ قرآن اور ذکر و اذکار میں مشغول رہنے والا بنائے اور ہمیں لیلۃ القدر کی برکتیں نصیب فرمائے، اور اس رات کی عبادت کو ہمارے لیے ہزار مہینوں سے بہتر بنادے۔ آمین۔

روزے کی حکمت کے بارے میں

بعض سلف سے پوچھا گیا کہ روزہ فرض کرنے کی حکمت کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

"ليذوق الغني طعم الجوع، فلا ينسى الجائع"

ترجمہ:

"تاکہ مال دار بھی بھوک کا مزہ چکھ لے اور بھوکے کو نہ بھولے۔"

ایک لونڈی کا واقعہ

سلف میں سے بعض لوگوں نے ایک لونڈی فروخت کی۔ جب رمضان قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ لوگ مختلف کھانوں کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: یہ سب کس لیے ہے؟ انہوں نے کہا: رمضان کے روزوں کی تیاری ہے۔ اس نے حیرت سے کہا:

"کیا تم صرف رمضان میں ہی روزے رکھتے ہو؟ میں تو ایسے لوگوں کے پاس تھی جن کا ہر زمانہ رمضان ہوتا تھا، مجھے واپس انہی کے پاس بھیج دو"!

حوالہ: لطائف المعارف لابن رجب

فیضان احمد سلفی

رمضان سے متعلق خواتین کے بعض مسائل

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الامين، وعلى آله و صحبه أجمعين، ومن تبعهم الى يوم الدين

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ عنقریب ہم سب مسلمانوں پر باران رحمت کی مانند سایہ فگن ہونے کو ہے۔یقینا یہ مہینہ ہر طرح کی خیر وبرکت اور فضل وکرم کی سوغات لے کر آتا ہے جس کی خوشی ومسرت ہر مومن فرد بشر کے چہرے پر عیاں ہوتی ہے۔ہر شخص کی تمنا ہوتی ہے کہ اسے یہ ماہ مبارک نصیب ہو،اور وہ رمضان کے روزے صحت وعافیت کے ساتھ رکھ سکے۔

اسلئے ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ اس مہینہ کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے متعلق تمام احکام ومسائل کی رہنمائی حاصل کرے۔خواتین اسلام کے لئے بھی رمضان سے متعلق بعض مخصوص احکام ہیں،جن پر درج ذیل سطور میں روشنی ڈالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

روزوں کی فرضیت:

رمضان کے روزوں کی فرضیت کتاب وسنت میں بہت سارے مقامات پر وارد ہے،جیسا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون (البقرة : 183) یعنی:اے ایمان والو تم سب پر روزے فرض کئے گئے ہیں،جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض تھا،تاکہ تم سب تقوی شعار بن سکو۔

روزہ ہر مسلمان مرد وعورت پر بلوغت کے بعد فرض ہو جاتا ہے،الا یہ کہ وہ مریض یا مسافر ہو،تو اس کے لئے رخصت ہے کہ وہ ان روزوں کی قضاء بعد میں کرلے،جیسا کہ آیت قرآنی ہے:فمن شهد منكم الشهر فليصمه (البقرة:۱۸۵)یعنی:تم میں سے جو بھی یہ مہینہ پائے،اسے چاہئے کہ وہ اس(مہینہ)میں روزے رکھے۔"

بلوغت کی تین علامتیں ہیں،جن میں سے کسی ایک کے بھی پائے جانے پر روزہ فرض ہو جاتا ہے:(۱)احتلام (۲)زیر ناف بال آجانا(۳)۱۵سال کی عمر ہو جانا۔البتہ عورتوں کے لئے ایک چوتھی علامت یہ بھی ہے(۴) حیض کا خون آنا۔خواتین اور رمضان المبارک،ص۴۵)

جب ان علامتوں میں سے کوئی ایک بھی علامت پائی جائے تو اس بچی پر روزہ فرض ہو جاتا ہے،اگرچہ اس کا حیض دس گیارہ سال کی عمر میں ہی کیوں نہ شروع ہو جائے۔(مختصر مجالس شهر رمضان الشيخ محمد بن صالح العثيمين ،ص ١٣)

حیض یا نفاس کا حکم:

حیض ونفاس والی خواتین کے لئے روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ اور اگر وہ روزہ رکھ بھی لے تو وہ روزہ باطل ہے۔ جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:
أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم فذالك من نقصان دينها . (بخاری، كتاب الصوم، باب الحائض تترك الصوم والصلاة ، حديث نمبر ۱۹۵۱) یعنی: "کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو نا تو وہ نمازیں پڑھتی ہے، اور نا ہی وہ روزے رکھتی ہیں۔"

البتہ بعد میں ان روزوں کی قضاء لازم ہے، جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ سے مروی روایت ہے کہ: کنا نؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاۃ یعنی: ہم کو روزے قضاء کرنے کے لئے حکم دیا جاتا تھا، البتہ نمازوں کی قضاء کے لئے نہیں کہا جاتا تھا۔

حاملہ یا مرضعہ عورت کا حکم:

دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ عورت کو جب اپنے لئے یا اپنے بچے کے لئے یا دونوں کے لئے خطرہ لاحق ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے، جن کی وہ بعد میں قضاء کرے گی۔ جیسا کہ حدیث نبوی ہے: عن أنس بن مالك رضى الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: إن الله وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلاة، وعن الحبلى والمرضع الصوم (أخرجه النسائى، كتاب الصوم، باب وضع الصيام عن الحبلى والمرضع ، حديث نمبر ۲۳۱۷) یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ رب العالمین نے مسافر سے آدھی نماز اور مکمل روزہ بطور رخصت معاف فرمادیا ہے، اور حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت سے روزہ معاف فرمادیا ہے۔"

مستحاضہ عورت کا حکم:

استحاضہ اس خون کو کہا جاتا ہے، جو عورت کو اس کے معلوم حیض کے دنوں کے علاوہ دیگر اوقات میں آتا، جو کہ کسی بیماری یا کسی رگ کے پھٹنے کی وجہ سے جاری ہوتا ہے۔ اس کو حیض کا خون شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی السلام نے فاطمہ بنت ابی حبیش کو فرمایا تھا: إذا كان دم الحيض فإنه دم أسود يعرف، فإذا كان ذالك فأمسكي عن الصلاة، فإذا كان الآخر فتوضئي وصلي (أخرجه النسائى، كتاب الطهارة، باب الفرق بين دم الحيض والاستحاضة ، حديث نمبر ۲۱۶) یعنی: "اگر وہ حیض کا خون ہوا، تو اس کی پہچان آسان ہے کہ وہ کالا خون ہوتا ہے، پس اگر ایسا (خون جاری) ہو تو نماز سے رک جاؤ لیکن اگر دوسرا خون ہو تو وضو کر لو اور نماز ادا کرتی رہو۔"

تلاوت کلام اللہ:

رمضان المبارک کے دوران بکثرت قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کرنا چاہئے۔نہ صرف تلاوت بلکہ کسی معتبر ترجمہ وتفسیر کی کتاب سے اس کی آیات میں غور وفکر کرنا چاہئے،اور اس کے معنی ومفاہیم پر خاص توجہ دینی چاہئے۔اس لئے کہ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے: كتاب أنزلناه إليك مبارك ليدبروا آياته وليتذكر أولوا الألباب (سورة ص : ٢٩)

یعنی:"یہ قرآن ایک بابرکت کتاب ہے، جسے ہم نے آپ پر نازل کیا ہے، تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں،اور عقل منداس سے نصیحت حاصل کریں۔"

اسی طرح اللہ کے نبی صلی السلام کی حدیث مبارکہ ہے: من قرأ كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها، لا أقول ألم حرف، ولكن ألف حرف، ولام حرف ، وميم حرف (صحيح الجامع ، حديث نمبر ١٣٤٥) یعنی:"جس نے قرآن مجید کی تلاوت کی،تو اس کے لئے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ہے۔میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ الم ایک حرف ہے،بلکہ الف ایک حرف ہے،لام ایک حرف ہے،اور میم ایک حرف ہے۔

البتہ عورت اگر حالت حیض میں ہو،تو اس کے لئے مصحف کا چھونا جائز نہیں،اس لئے کہ اللہ کے نبی صلی کی ستم کی حدیث ہے: لا يمس القرآن إلا طاهر (صحه الالبانی فی را رواء الغليل ، ١/ ١٥٨) یعنی:"قرآن کو صرف طاہر شخص ہی چھو سکتا ہے۔لہذا حائضہ کو چاہئے کہ وہ بغیر مصحف چھوئے موبائل وغیرہ سے تلاوت کرلے، یا کم از کم ساعت قرآن کا اہتمام کرنا چاہئے۔جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لقد كان رسول الله ﷺ يضع رأسه في حجري وأنا حائض ويقرأ القرآن (صحيح سنن ابن ماجه : ٥١٧) یعنی:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھتے تھے، جبکہ میں حالت حیض میں ہوا کرتی تھی،اور آپ تلاوت قرآن کیا کرتے تھے۔"

نیز حائضہ کے لئے مصحف کے علاوہ دیگر کتب دینیہ پڑھنے کی اجازت ہے، اگرچہ اس میں آیات قرآن ہی کیوں نہ ہوں۔لہذا اسے ان کا بھی اہتمام کرنا چاہئے ۔(المرأة فی رمضان ص ۱۲۴)

امور خانہ داری

ہمارے معاشرے میں اکثر خواتین کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ روزہ تو رکھ لیتی ہیں مگر سحری اور افطار کے چکر میں اپنا بہت سا قیمتی وقت غیر ضروری کاموں میں گزار دیتی ہیں اور خصوصاً افطار کے وقت کی دعا سے محرومی کا شکار ہوتی ہیں۔انہیں رمضان میں اہل خانہ کے لئے سحور وافطار کی تیاری کرنی ہوتی ہیں، جس میں مشغول ہو کر وہ ذکر واذکار اور تلاوت وغیرہ سے غافل ہو جاتی ہیں، حالانکہ اگر وہ تھوڑی سی محنت اور کر کے اپنے وقت کا ایک لائحہ بنالیں، تو وہ بہت سارے اعمال صالحہ انجام دے سکتی ہیں۔

اسی ضمن میں ایک مسئلہ یہ بھی آتا ہے کہ بعض عورتوں کو کھانا بناتے وقت نمک وغیرہ کا اندازہ نہیں ہو پاتا، اس لئے وہ سالن کا بعض حصہ زبان پر رکھ کر اس کا ذائقہ معلوم کرنا چاہتی ہیں، تو کیا اس سے روزہ ٹوٹتا ہے کہ نہیں؟ اس سلسلے میں صحیح بخاری کی ایک معلق روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتےہیں : لا بأس أن يتطعم القدر أو الشيئ (صحيح بخاری كتاب الصوم، باب اغتسال الصائم) یعنی: روزہ دار کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ ہانڈی یا کسی اور چیز سے کچھ چکھ لیں۔

اللہ رب العالمین سے دعا ہے کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو رمضان المبارک سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری نیکیاں قبول فرمائے۔

آمین تقبل یارب العالمین، وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔ آمین تقبل یارب العالمین، وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

معلیٰ بن فضل رحمہ اللہ کا بیان

وہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین کا معمول یہ تھا:

" كانوا يدعون الله تعالى ستة أشهر أن يبلغهم رمضان، ويدعونه ستة أشهر أن يتقبَّل منهم"

ترجمہ:

"وہ چھ مہینے اللہ سے دعا کرتے رہتے تھے کہ انہیں رمضان تک پہنچادے، اور پھر چھ مہینے یہ دعا کرتے رہتے کہ رمضان کے اعمال قبول فرمالے۔"

حوالہ: لطائف المعارف لابن رجب (ص:148 کے قریب)

فہرست عناوین

تمت بالخیر